ڈاکٹر محمود الحسن عارف ☆

عہد نبوی میں مسلم،عیسائی تعلقات کا جائزہ

اس وقت دنیا میں اسلام اور مسیحیت کے تعلقات ایک مرتبہ پھر موضوع سخن ہیں۔عیسائی ممالک اسلام کو دنیا کے امن کے لیے ایک خطرہ قرار دے رہے ہیں، اس لیے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ان دونوں بڑے مذاہب کے تعلقات کا جائزہ لیا جائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جس زمانے میں بعثت ہوئی اور آپ تمام جہانوں کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے، اس وقت مجموعی طور پر مذاہب کی حالت بہت ابتر تھی،تمام مذاہب بشمول عیسائیت اپنا اثر کھو چکے تھے اور جملہ مذاہب، تعلیمات الٰہیہ کے حامل ہونے کے بجائے، رسوم ورواج اور فرسودہ خیالات کا مجموعہ بن چکے تھے۔یہی وجہ ہے کہ دنیا میں کسی نئے مذہب کی ضرورت شدت کے ساتھ محسوس کی جارہی تھی۔پھر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں دعائے خلیل اور نوید مسیحا بن کر ''پہلوئے آمنہ'' سے ہویدا ہوئے، اور اس سے دنیا میں خوشبو اور نور کی نئی صبح نمودار ہوئی، تو اس سے دنیا کے سارے مذاہب ہی متأثر ہوئے، البتہ عیسائیت پر خصوصی طور پر زد پڑی اور سرزمین عرب سمیت کئی ملکوں اور کئی جزیروں سے اس کی بساط لپیٹ دی گئی۔

تاہم عیسائیت نے اسلام کا استقبال ابتدائی دور میں خوشی، حیرانگی، تجسس اور پھر انکار کی صورت میں کیا۔ یہ تمام مراحل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ ہی میں طے ہوگئے تھے اور پھر عیسائیت مکمل طور پر اسلام دشمن اور اسلام مخالف مذہب کے طور پر اسلام کے خلاف صف آرا ہوگئی۔اس داستان کا حیران کن پہلو یہ ہے کہ مسلمانوں کے دور اقتدار میں عیسائی علما اور عیسائی مقتدرہ کے لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط اور معاہدات سے فائدہ اٹھاتے رہے، جن میں سے بعض خطوط اور معاہدات انہوں نے خود گھڑے تھے،اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

☆ صدر شعبۂ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

۱۔ عہد نبوی میں عرب میں عیسائیت کے اثرات

جس زمانے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ ہوئی، اس زمانے میں عرب کی زمین میں اکثر قدیم مذاہب کی نمائندگی موجود تھی، مدینہ منورہ، خیبر اور تیماء وغیرہ کے علاقوں میں یہودیوں کے بہت سے قبائل آباد تھے، عراق اور یمن کے بعض علاقوں میں آتش پرست لوگ بھی بہ کثرت دیکھے جاتے تھے، عرب کے زیادہ تر قبائل بت پرست تھے اور نجران کے علاقے میں لاکھوں کی تعداد میں عیسائیت کے ماننے والے بھی نظر آتے تھے۔

لیکن عرب سرزمین میں یہودیت کے مقابلے میں عیسائیت کی ترویج نسبتاً بہت کم تھی، نجران کے علاوہ دوسرے علاقوں میں بہت کم لوگ اس مذہب کے پیروکار تھے۔ مدینہ منورہ میں ابو عامر راھب کے اور مکہ مکرمہ میں ورقہ بن نوفل کے سوا کوئی اور شخص اس مذہب کا پیروکار نظر نہیں آتا۔ اس کی وجہ غالباً عربوں اور حبشہ سے آکر یمن پر قبضہ کرنے والے عیسائیوں کے مابین شروع ہونے والی وہ کشمکش تھی، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت عروج پر تھی اور جس کے تحت ابرھہ نامی حبشی حکمران نے بیت اللہ پر حملہ کرکے اسے منہدم کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ اوپر عرب کے دو بڑے شہروں کے، جنھیں اس وقت کی عرب دنیا کا اگر قلب و دماغ قرار دیا جائے تو مناسب ہوگا، جن دو عیسائی افراد کا ذکر آیا، ان میں سے ایک نے اپنی فطری نیکی و پارسائی کی بنا پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا اعتراف و اقرار کیا اور دوسرے نے مخالفت و عداوت کی راہ اپنائی، جبکہ نجران کے عیسائیوں نے پہلے تو مناظرہ کرنے کی ٹھانی، لیکن پھر اسلام کی سچائی کی علامات دیکھ کر اس کے سامنے سرنگوں ہونا اور ماتحتی قبول کرنا منظور کرلیا، اس کی تفصیل آئندہ بیان ہوگی۔

۲۔ ورقہ بن نوفل کی اسلام کے حق میں گواہی

اسلام کی تاریخ اور سیرت طیبہ میں، جس عیسائی فرد کا نام لازوال اہمیت رکھتا ہے اور جن کا نام ہر مسلمان بڑے ادب و احترام کے ساتھ لیتا ہے، وہ ورقہ بن نوفل کی ذات ہے، جو ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے چچازاد بھائی اور انجیل کے بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اترنے والی پہلی وحی کی تصدیق کرکے تورات اور انجیل میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت

اور آپ کی ذات کے متعلق وارد ہونے والی پیشگوئیوں کی گواہی دی، اس طرح ان کی گواہی کی سیرت طیبہ میں خصوصی اہمیت ہے۔

حضرت ورقہ پیدائشی طور پر عیسائی نہ تھے، بلکہ انہوں نے ایک خاص تحریک کے تحت عیسائیت قبول کی تھی، یہ تحریک عربوں کی روایتی بت پرستی اور ان کے شرک و بدعات سے نفرت کی بنیاد پر اٹھی تھی۔ نامور سیرت نگار ابن ہشام نے اپنے استاد محمد بن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ ایک روز جب قریش مکہ اپنے سالانہ جشن اور تہوار کے موقع پر جسے وہ ہر سال منایا کرتے تھے، اپنے ایک بت کے پاس جمع ہوئے وہ اس کے پاس جمع ہو کر اس کی تعظیم و تکریم کرتے، اس کے لیے جانور ذبح کرتے، اس کے پاس اعتکاف کرتے اور اس کا طواف کرتے، اس دن ان میں سے چار لوگ الگ ہو گئے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: ''ہم ایک دوسرے سے سچ کہیں گے اور ایک دوسرے کی باتوں کو صیغہ راز میں رکھیں گے'' سب نے اس بات پر اتفاق کیا۔ یہ لوگ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزی، عبیداللہ بن جحش بن رئاب، عثمان بن الحویرث بن اسد اور زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزی تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ جان لو کہ تمہاری قوم کسی شے پر نہیں ہے اور یہ کہ ان لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ کا دین چھوڑ دیا ہے، یہ کیا پتھر ہے، جس کا ہم طواف کرتے ہیں، وہ نہ سنتا ہے، نہ دیکھتا ہے، نہ نقصان پہنچاتا ہے اور نہ نفع دیتا ہے۔ اے لوگو! اپنے لیے دین تلاش کرو، اس لیے کہ تم لوگ کسی دین پر نہیں ہو۔ (۱)

عرب کی تاریخ میں ان چاروں افراد کا یوں کفر و شرک کے خلاف جمع ہونا اور اس سے اظہار نفرت اور بیزاری ظاہر کرنا ایک انوکھا اور منفرد واقعہ تھا، یہ اس علمی اور فکری ماحول کے پیدا ہونے کی علامت تھا، جس ماحول میں اسلام نے رشد و ہدایت کی شاہراہ مستقیم پر لوگوں کو چلانے کے لیے آواز بلند کرنا تھی۔

ان چار افراد میں سے تین افراد نے عیسائیت قبول کر لی اور ایک فرد، یعنی حضرت زید بن عمرو بن نفیل بدستور دین توحید پر قائم رہے، انہوں نے بت پرستی تو چھوڑ دی تھی، مگر انہیں دنیا میں موجود کسی مذہب میں ایسی چمک دمک دکھائی نہ دی، جو ان کے مضطرب دل کو اطمینان اور سکون عطا کرتی۔ انہوں نے مردار خوری اور بتوں کے سامنے ذبح ہونے والے جانوروں کا گوشت کھانا چھوڑ دیا تھا، اور وہ لوگوں کو بچیوں کو زندہ در گور کرنے سے منع کرتے تھے۔ ابن ہشام نے حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو دیکھا وہ اس وقت بہت بوڑھے تھے اور کعبہ معلیٰ کی دیوار کے ساتھ ٹیک

لگا کر بیٹھے تھے اور یہ کہہ رہے تھے: ''اے گروہ قریش! اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں زید بن عمرو کی جان ہے، تم میں سے میرے سوا کوئی شخص بھی ابراہیم علیہ السلام کے دین پر قائم نہیں رہا''۔ پھر انہوں نے کہا کہ اے اللہ اگر مجھے علم ہوتا کہ تجھے عبادت کا کونسا طریقہ زیادہ پسند ہے، تو میں اُسی طریقے سے تیری عبادت کرتا، لیکن مجھے اس کا علم نہیں ہے، پھر وہ اپنی ہتھیلی پر سجدہ کر لیتے (۲)۔

پھر جہاں تک عیسائی ہونے والے تینوں حضرات کا تعلق ہے، تو ان میں سے ہر شخص کی کہانی دوسرے سے مختلف ہے۔ عبید اللہ بن جحش نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پھوپھی زاد بھائی تھا، وہ اسی حیص بیص کی حالت میں رہا، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا، تو اس نے بھی اسلام قبول کر لیا اور پھر اسلام قبول کرنے کی پاداش میں حبشہ کی طرف ہونے والی پہلی ہجرت میں شرکت کی، مگر حبشہ میں جا کر مرتد ہو گیا اور مرتد بھی اس درجے کا کہ جب وہ مسلمانوں سے ملتا تو کہتا کہ **فقحنا و صأصاتم** (۳) ہم نے (حق کو) دیکھ لیا اور تم نے ابھی تک آنکھیں بھی نہیں کھولیں۔ حضرت ام حبیبہ اسی کی بیوی تھیں، جو اس کے بعد ام المؤمنین بنیں۔ عثمان بن الحویرث تلاش دین میں قیصر روم کے دربار میں جا پہنچا اور وہاں جا کر اُس نے عیسائیت قبول کر لی، چنانچہ وہ اپنی وفات تک وہیں رہا، قیصر روم ان کی بہت عزت کرتا تھا (۴)۔ جب کہ ورقہ بن نوفل نے بھی عیسائیت اختیار کی، مگر اس طرح کہ انہوں نے کتاب مقدس کا اچھی طرح مطالعہ کیا اور اہل کتاب علما کی شاگردی حاصل کی اور اس طرح عیسائیت میں رسوخ کا درجہ حاصل کیا۔ (۵)

ان چاروں بزرگوں میں ورقہ بن نوفل کا کردار بہت منفرد رہا۔ انہوں نے عیسائیت قبول کرنے کے باوجود ایک سچے اور پاکباز عیسائی عالم ہونے کا ثبوت دیا اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی اتری اور اس وحی کی حالت کے بارے میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور گھر کے دوسرے افراد متفکر تھے، تو انہوں نے اس موقع پر اسلام کے حق میں تصدیق کے وہ پاکیزہ کلمات ادا کیے، جس نے سچائی اور حق کے متلاشی نفوس کو اطمینان قلب کی نعمت عطا کی اور اسلام کی راہ میں وہ پھول بکھیرے، جن پر دوسرے لوگوں کے لیے چلنا سہل ہو گیا۔ اس گواہی کی اہمیت کا اندازہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کی اس روایت سے ہوتا ہے، جس میں انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اترنے والی پہلی وحی کا ذکر کیا ہے، وہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس ابتدائی وحی (سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات) کے ساتھ حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے اور کہا مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو، چنانچہ انہوں نے آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کو کمبل دے دیا، تا آنکہ آپ پر جو گھبراہٹ تھی وہ جاتی رہی۔ حضرت خدیجہؓ نے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا تھا مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے تو کہا: ہرگز نہیں، اللہ کی قسم پروردگارِ عالم آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ تو صلہ رحمی کرتے، مقروض کا بار اٹھاتے، مفلس کو کما کر دیتے، مہمان نواز اور مصیبتوں میں مبتلا شخص کی مدد کرتے ہیں''، پھر حضرت خدیجہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی تھے، وہ زمانۂ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے اور وہ کتاب مقدس کو عبرانی میں لکھتے تھے، جتنا کہ اللہ تعالیٰ انہیں توفیق دیتا۔ وہ بوڑھے تھے اور نابینا ہو گئے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا کہ اے میرے چچازاد بھائی اپنے بھتیجے کی بات سنیے، اس پر ورقہ نے کہا بھتیجے! تو نے کیا دیکھا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پوری بات سنائی، تو اُس نے کہا یہ تو وہی مقدس فرشتہ (ناموس) ہے، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آیا کرتا تھا، اے کاش میں اس وقت طاقت ور ہوتا، اور اے کاش میں زندہ ہوتا، جب آپ کی قوم آپ کو آپ کے شہر سے نکال دے گی! آپ نے فرمایا کیا واقعی وہ مجھے نکال دیں گے؟ اس نے کہا ہاں اس لیے کہ جب بھی کوئی شخص وہ پیغام لے کر آیا ہے، جو آپ لائے ہیں، تو اس کی قوم نے اُسے نکال دیا۔ اگر میں اس دن تک زندہ رہا تو میں آپ کی زوردار مدد کروں گا، مگر کچھ ہی دنوں کے بعد ورقہ بن نوفل کا انتقال ہو گیا (۶)۔

ورقہ بن نوفل کے متعلق حافظ ابن حجر نے بخاری رحمہ اللہ کے لفظ تنصّر کی شرح میں لکھا ہے کہ ورقہ نے اس وقت عیسائیت اختیار کر لی تھی، جب وہ اور زید بن عمرو بن نفیل دونوں بتوں کی عبادت کو ناپسند کرتے ہوئے شام چلے گئے تھے اور ورقہ بن نوفل کو دین نصرانیت اچھا لگا تھا، جس کی بنا پر وہ عیسائی ہو گئے تھے اور وہ ان راھبوں سے ملے تھے، جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دین اختیار کیا تھا اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی، اسی لیے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے متعلق انہیں آگاہ کیا اور آپ کے متعلق بشارت دی تھی، حالانکہ حق کی باتوں کو بدلنے والوں نے بدل دیا تھا (۷)۔

الغرض تمام مآخذ اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت ورقہ کا تعلق ان قدیم مسیحیوں کے کسی فرقے سے تھا، جو لوگ تورات اور انجیل میں موجود تمام احکام کو بلا کسی تحریف اور تبدیلی کے مانتے تھے، اسی لیے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارکہ سے نزول وحی کی کیفیت سن کر فوراً اس بات کی گواہی دی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں اور یہ کہ ان پر اترنے والی وحی بعینہٖ وہی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتری تھی۔ حضرت ورقہ کی اس گواہی نے وہی کام کیا، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی نبوت کے وقت حضرت یحییٰ علیہ السلام کی گواہی نے کیا تھا، اس لیے اس گواہی کی اہمیت اور اسلام کی ابتدائی تاریخ میں اس سے مثبت اثرات سے انکار ممکن نہیں۔

۳۔ہجرت حبشہ اور نجاشی سے مسلمانوں کے تعلقات

مؤرخین نے لکھا ہے، کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں اعلان نبوت کیا، اس وقت پورا جزیرہ عرب ایسے قبیلوں اور ایسے لوگوں سے بھرا ہوا تھا، جو اس نئے دین سے عداوت رکھتے تھے اور جن سے حمایت ملنے کی ذرہ برابر بھی توقع نہ تھی۔ اس لیے جب مسلمانوں پر مکہ مکرمہ میں عرصہ حیات تنگ کیا جانے لگا، تو ان علاقوں میں سے کسی علاقے میں بھی پناہ ملنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور صحابہ کرام کی نظریں صرف حبشہ کی طرف اٹھیں۔

زیادہ تر روایات میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے جاں نثاروں کو تکلیف اور اذیت میں دیکھا، تو آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ تم حبشہ چلے جاؤ، اس لیے کہ وہاں ایک نیک دل حکمران ہے، جس کے ہاں حق کا پاس ہوتا ہے اور وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور تم وہاں رہو، تا آنکہ اللہ تمہارے لیے چھٹکارے کی کوئی صورت پیدا کردے (۸)۔

نامور محدث الہیثمی نے عمیر بن اسحٰق کے حوالے سے لکھا ہے کہ خود حضرت جعفرؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا تھا:

یا رسول اللہ ائذن لی حتی اَمِیْر الی ارض اعبد اللہ فیھا (۹)

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجئے کہ میں ایک ایسے علاقے اور خطے میں جا کر رہوں، جہاں میں صرف اللہ کی عبادت کر سکوں۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت عطا فرما دی۔ بہر حال اصحمہ نجاشی شاہ حبشہ کی عرب کی سرزمین میں ایک نیک دل اور انصاف پسند حکمران کے طور پر شہرت تھی، اسی لیے مسلمانوں نے سارے عرب کو چھوڑ کر ہجرت کے لیے نجاشی کے ملک کو سب سے زیادہ محفوظ تصور کیا۔

اس زمانے میں حبشہ میں جو عیسائی مذہب رائج تھا، وہ موجودہ عیسائی مذہب سے مختلف تھا، جس کا اندازہ اس واقعے سے کیا جا سکتا ہے کہ جب مسلمانوں سے حضرت عیسیٰ کے متعلق سوال کیا گیا اور حضرت جعفرؓ نے مسلمانوں کی طرف سے یہ جواب دیا کہ وہ اللہ کے بندے اس کے رسول، اس کی روح

اور اس کے کلمے (کن کی پیداوار) ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ نے کنواری مریم کی طرف ڈال دیا تھا، تو نجاشی نے زمین پر ہاتھ مارا اور ایک لکڑی لی اور کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمہاری اس بیان کردہ عبارت سے اس لکڑی کے برابر بھی زیادہ نہیں ہیں (۱۰)۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے مسلمانوں کی باتیں سن کر یہ کہا تھا کہ اگر میرے پاس حکومت کی یہ ذمہ داریاں نہ ہوتیں تو میں خود ان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کے جوتے کو بوسہ دیتا (۱۱)۔

نجاشی کے متعلق ام المؤمنین حضرت ام سلمہ نے جو طویل روایت بیان کی ہے، اس میں یہ ذکر بھی ہے کہ جب نجاشی کے سامنے سورۂ مریم کا ابتدائی حصہ، جو حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم سے متعلق تھا، تلاوت کیا گیا تو وہ اور اس کے دربار میں موجود عیسائی اساقف (پادری) اتنا روئے کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں (۱۲)۔

اسی طرح بعض روایات میں ہے کہ وہ اسلام قبول کرنے سے پہلے نماز پڑھا کرتا تھا (۱۳)۔ الغرض وہ ایک ایسے مذہب پر تھا، جو حقیقت میں اسلام کے بہت زیادہ قریب تھا۔

اس دور میں مسلمانوں کو جس طرح کی سرپرستی اور مدد کی ضرورت تھی، نجاشی نے، مسلمانوں کو مہیا کی، اس نے کفار مکہ کے بھیجے ہوئے وفد کو، جو دو افراد حضرت عمروؓ بن العاص اور عمارہؓ بن الولید پر مشتمل تھا، ناکام و نامراد کر کے واپس کیا (۱۴)۔

صحابہ کرام اس حکمران کی رعایا بن کر ۷ھ تک وہاں رہے اور اس وقت واپس آئے، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر سے فارغ ہو گئے تھے، اسی لیے آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ علم نہیں کہ آج مجھے خیبر کے فتح ہونے کی زیادہ خوشی ہے یا اپنے بھائی جعفر (اور دوسرے مسلمانوں کے واپس آنے) کی (۱۵)۔ مسلمانوں نے نجاشی کے اس احسان کو عمر بھر یاد رکھا، چنانچہ جب دشمنوں نے اس پر حملہ کیا تو مسلمان سخت پریشان ہوئے، انہوں نے نجاشی کی نہ صرف یہ کہ مدد کی، بلکہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر معلوم کرنے کے لیے میدان جنگ کے قریب بھیجا (۱۶)۔

حضرت ام سلمہؓ نے ہی یہ بتایا کہ جب یہ خبر عام ہوئی کہ نجاشی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عام انسانوں جیسا سمجھتا ہے، تو اس کے خلاف بغاوت ہو گئی اور اس کے مخالفین نے اس پر حملہ کر دیا، اس مشکل ترین گھڑی میں بھی اُس نے مسلمانوں کو فراموش نہیں کیا، بلکہ اُس نے مسلمانوں کو صورت حال بتا کر ایک

کشتی میں بیٹھنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ اگر وہ کامیاب ہو گیا، تو فبہا ورنہ وہ اس کشتی میں سوار ہو کر اپنے ملک میں واپس چلے جائیں (۱۷)۔

۴۔ خطوط

ڈاکٹر حمید اللہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نجاشی کے نام کے کئی ایک نامہ ہائے مبارک کا حوالہ بھی دیا ہے، جن میں سے ایک میں آپ نے اسے لکھا کہ ’’آپ اپنے صحابہ کو اس کے پاس بھیج رہے ہیں، وہ ان کا اکرام کرے، ان خطوط کی تفصیل درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم از جانب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بنام نجاشی اصحم بادشاہ حبشہ سلامت باشید! یہ خط اس خدائے برتر کی حمد وثنا کے ساتھ لکھتا ہوں جو اپنی ذات اور صفات ہر دو میں لاشریک، ہر قسم کی کمی سے مبرّا، خود سلامت امن دہندہ اور بارعب ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے روح اللہ اور اس کا کلمہ ہونے کا، جو خدا نے کنواری اور پاک دامن مریم میں القا فرمایا جس کلمہ میں وہ امیدوار ہوئی اور اس نے عیسیٰ علیہ السلام جسے خدا نے اپنی روح اور نفخہ سے خلق فرمایا اس طرح کہ جس طرح آدم کو اپنے ہاتھ اور نفخے سے پیدا کیا۔ اے بادشاہ! میں آپ کو خدائے واحد لاشریک پر ایمان لانے اور اس سے موالات کی دعوت پیش کرتا ہوں اور یہ کہ آپ میری رسالت پر ایمان لائیں ،جس کے ساتھ اس کتاب پر بھی ایمان لانا ہوگا جو مجھ پر نازل ہوئی میں خدا کا رسول ہوں۔ واضح ہو کہ میں اپنے عم زاد برادر جعفر کو چند مسلمانوں کے ساتھ آپ کے ملک میں بھجوا رہا ہوں، انہیں پناہ دیجئے اور ان کے شایان حال سلوک کیجئے مبادا ان پر سختی کی جائے! میں آپ کو آپ کی رعیت سمیت خدا پر ایمان لانے کی دعوت پیش کرتا ہوں، گواہ رہیے کہ میں نے آپ کو خدا کا حکم پہنچا دیا اور نصیحت کر دی آپ کو میری نصیحت پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ سلامتی ہو اس شخص پر جو ہدایت یاب ہے، (۱۸)۔

اس خط میں واضح طور پر اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نجاشی سے پہلے سے متعارف تھے۔ کتب سیرت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مزید خطوط بھی نجاشی کے نام ملتے ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من جانب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بنام نجاشی سربراہ حبشہ! سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کا جویا ہے۔ واضح ہو کہ میں آپ کے سامنے خدائے برتر کی حمد وثنا کرتا

ہوں جس کا کوئی شریک نہیں وہ بادشاہ ہے، ہر قسم کی کمی سے مبرا، خود سلامت، امن دھندہ اور بارعب ہے۔ میں عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے ان اوصاف کا معترف ہوں۔ وہ روح اللہ اور اس کا کلمہ تھے، جو خدا نے کنواری اور پاک دامن مریم میں القا فرمایا، جس کلمے سے وہ عیسیٰ علیہ السلام کی بدولت صاحب اولاد ہوئیں یہ کلمہ اسی قسم کا تھا، جو خدا نے آدم کے لیے استعمال فرمایا۔ جب آدم کو اس نے اپنے ہاتھ سے بنایا۔ آپ کو خدائے واحد کی پرستش اور اس کی اطاعت اور مجھ پر نازل شدہ کتاب پر ایمان لانا شرط ہے، اور اس کا رسول تسلیم کرنا لازم۔ میں تمہیں اور تمہاری رعیت ہر ایک کو خدا پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں، گواہ رہیے کہ میں نے آپ کو خدا کا حکم پہنچا دیا اور نصیحت کر دی آپ کو میری نصیحت پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ سلامتی ہو اس شخص پر جو ہدایت یاب ہے۔ والسلام (۱۹)

اس طرح نجاشی کے نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا گرامی نامہ مندرجہ ذیل ہے۔

من جانب محمد نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) بنام نجاشی اصحم بادشاہ حبشہ! سلامتی ہو اس شخص پر جو ہدایت کا طلب گار ہو کر خدا اور اس کے رسول پر ایمان لایا۔ میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ خدائے واحد لاشریک کی ذات اور صفات میں کوئی اس کا شریک نہیں، میں اس بات پر شاہد ہوں کہ خدا کی نہ کوئی بیوی ہے نہ کوئی اس کا بیٹا اور میں اس کی شہادت بھی پیش کرتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا بندہ اور رسول ہے۔ میں آپ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت پیش کرتا ہوں اور یہ کہ میں خدا کا رسول ہوں اگر آپ اسلام قبول کرلیں تو آپ سے کوئی تعرض نہ ہوگا، جیسا کہ قرآن نے بتایا: یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (۲۰) اے اہل کتاب! آؤ ہم دونوں ایک اصول پر متفق ہو جائیں کہ ایک خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ گردانیں اور کوئی ہم میں سے انسان کو خدا نہ مانے! اے رسول اگر یہ اصول تسلیم کرلیں تو فبہا ورنہ ان سے کہہ دو کہ تم جانو اور تمہارا کام، مگر گواہ رہنا کہ ہم تو مسلمان ہیں۔ اے بادشاہ اگر آپ اسلام لانے سے منکر رہے تو آپ پر اپنی تمام عیسائی رعیت کا بار بھی ہوگا۔ (۲۱)

حضرت نجاشی رحمہ اللہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط کے جواب میں تین خطوط ارسال کیے، یہ خطوط حضرت عمرو بن امیہ الضمری لائے۔ ان میں حضرت نجاشی نے اسلام قبول کرنے اور اپنے بیٹے کو آپ کی خدمت میں بھیجنے کا ذکر کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بخدمت جناب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) من جانب نجاشی اصحم ابن ابجر، اے اللہ کے نبی! میں آپ کے حضور سلام اور رحمت و برکت خداوندی کا ہدیہ پیش کرتا ہوں، اس خدا کی طرف جو تنہا معبودیت کے لائق ہے اور جس نے مجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اے رسول خدا! یہ جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے متعلق فرمایا ہے تو خداوند ارض وسما کی قسم حضرت عیسیٰ میں اس سے زیادہ کوئی اور بات نہیں، اور آپ پر جو قرآن نازل ہوا ہے تو اس کے من جانب اللہ ہونے پر بھی مجھے یقین ہے، آپ کے عم زاد بھائی اور ان کے رفقاء ہمارے ہاں تشریف لے آئے ہیں، ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی کے ہاتھ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لی ہے اور خدائے رب العالمین کی وحدانیت کا اعتراف کر لیا ہے۔ آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے ارھا ابن اصحم بن ابجر کو بھیج رہا ہوں، لیکن اپنے نفس کے سوا دوسروں کی ذمہ داری لینے سے قاصر ہوں، اگر حکم ہو تو میں خود بھی حاضر ہونے کے لیے آمادہ ہوں۔ یا رسول اللہ جب میں آپ کی رسالت پر ایمان لے آیا تو آپ کے حکم کی تعمیل کیا مشکل ہے۔ والسلام علیک یا رسول اللہ! (۲۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بہ جانب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) من جانب نجاشی اصحمہ اسلام علیک! یا رسول اللہ ومن اللہ ورحمۃ اللہ و برکاتہ! اس خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے مجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ بعد ازیں یا رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکی مہاجرین جو میرے ہاں اقامت گزیں تھے، انہیں اپنے فرزند اریحا کے ہمراہ واپس بھیج رہا ہوں، اریحا کے ساتھ حبشہ کے اور ساٹھ افراد بھی ہیں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں تو میں خود بھی حاضر ہو سکتا ہوں۔ میں آپ کی رسالت پر صدق دل سے ایمان لایا ہوں۔ والسلام علیک یا رسول اللہ! (۲۳)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح میں نجاشی کا کردار

ابوسفیان کی بیٹی۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو اپنے خاوند (عبید اللہ بن جحش) کے کفر کے باوجود اسلام پر ثابت قدم رہی تھیں، جب حبشہ میں بیوہ ہو گئیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کرنا چاہا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے براہ راست نجاشی کو خط لکھا اور نجاشی کو اپنا وکیل مقرر فرمایا۔ چنانچہ حضرت نجاشی نے حضرت ام حبیبہؓ کے پاس ابرھہ نامی اپنی کنیز خاص کو بھیجا، جس نے بادشاہ کا پیغام ان تک پہنچایا اور کہا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے نکاح کے لیے اپنا وکیل مقرر کر دیں۔ چنانچہ

انہوں نے حضرت خالدؓ بن سعید بن العاص کو، جو ان کے چچازاد بھائی تھے اپنا وکیل مقرر کیا۔ پھر بادشاہ نے شام کے وقت حضرت جعفر بن ابی طالب اور دوسرے مہاجر صحابہ کو بلایا اور خود خطبہ دیا۔ اس نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو دینار مقرر کیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وکیل کی حیثیت سے اس کی خود ادائیگی کی۔ (۲۴)

جب لوگ مجلس سے جانے لگے تو اس نے کہا کہ پیغمبروں کی سنت یہ ہے کہ نکاح کے بعد کھانا کھلاتے ہیں، اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ کھانا لایا جائے چنانچہ اس کے بعد لوگوں کو کھانا کھلایا گیا۔ پھر اس نے بڑی عزت و احترام کے ساتھ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور دوسرے صحابہ کرام کو حبشہ سے رخصت کیا۔ اس موقع پر اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ایک والا نامہ بھی تحریر کیا، جس میں اس نے اپنے مسلمان ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اسی بنا پر جب حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمائی۔ (۲۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بخدمت جناب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) من جانب نجاشی اَصحم السلام علیک یا رسول اللہ من اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بعد ازیں میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خاندان کی مسلمان بی بی سیدہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان کا آپ نے نکاح کر دیا ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے مندرجہ ذیل اشیاء ہدیتاً اریحا کے ہمراہ بھیج رہا ہوں، ایک قمیض ایک پاجامہ ایک ردا اور پیتاووں کی ایک جوڑی۔ والسلام علیک یا رسول اللہ! (۲۶)

لیکن افسوس کہ حضرت نجاشی کا یہ مسلمان بیٹا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ، جس کشتی میں سوار تھا وہ کشتی سمندر میں ڈوب گئی اور یوں یہ نیک دل اور پاکیزہ قلوب لوگوں پر مشتمل قافلہ اپنے ساز و سامان سمیت خدمت نبوی میں باریاب نہ ہو سکا۔

۴۔ نجران کے نصرانیوں کی مدینہ منورہ آمد اور واقعۂ مباہلہ

اس سلسلے کا تیسرا اور اہم ترین واقعہ نجران کے عیسائی علماء کے وفد کی مدینہ منورہ آمد اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا مباہلہ ہے۔ نجران کا علاقہ حجاز اور یمن کے درمیان واقع ہے۔ اس وقت اس علاقے میں کئی بستیاں شامل تھیں، کہا جاتا ہے کہ وہاں ایک لاکھ بیس ہزار کے قریب جنگ کرنے کے قابل افراد موجود تھے، تمام آبادی عیسائی تھی اور تین سرداروں کے زیر حکم تھی، ایک کا نام عاقب (عبد

المسیح) تھا، جوان کا امیر تھا۔ دوسرے کا نام سید یا السید (الایھم) تھا۔ جوان کے سیاسی اور تمدنی امور کی نگرانی کرتا تھا، اور تیسرا اسقف ابو حارثہ بن علقمہ تھا۔ جس سے مذہبی پیشوائی متعلق تھی ۔ اس کا تعلق بنو بکر وائل سے تھا۔ ان کے علاوہ چودہ سردار بھی شامل تھے، چنانچہ نجران کے یہ سردار ساٹھ افراد پر مشتمل وفد لے کر مدینہ منورہ پہنچے۔

جب یہ لوگ مدینہ منورہ میں آئے ۔ تو ان لوگوں نے یمن کی بنی ہوئی نفیس اور قیمتی پوشاکیں پہن رکھی تھیں ...... اہل مدینہ نے انہیں دیکھ کر کہا کہ ہم نے کسی وفد کو جمال اور جلال میں ان جیسا نہیں دیکھا (۲۷) جب یہ لوگ یہاں آئے اس وقت نماز کا وقت ہو گیا تھا، چنانچہ یہ لوگ نماز پڑھنے کے ارادے سے کھڑے ہوئے ،تو آپ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو چنانچہ ان لوگوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی (۲۸) ۔

یاقوت الحموی نے لکھا ہے کہ نجران میں بہت بڑا گرجا گھر تھا، جسے مقامی لوگ بیت اللہ شریف کا متبادل گھر کہتے تھے۔ اس کی آمدن دو لاکھ درہم سالانہ تھی ۔ (۲۹)

یہ لوگ کئی دن یہاں مقیم رہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بحث و مناظرہ کرتے رہے، چنانچہ اس موقع پر سورۂ آل عمران کی اسی سے زیادہ آیات نازل ہوئیں ۔ جس کے آخر میں انہیں مباہلے کی دعوت دی گئی ۔ (۳۰)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین بحث و مناحثے اور باہمی رابطے کا یہ سب سے بڑا واقعہ تھا، جس کا اختتام اس فیصلے پر ہوا کہ نجران کے ان لوگوں نے مسلمانوں کو جزیہ دینا قبول کیا اور یہ لوگ باعزت معاہدے کے بعد وطن واپس لوٹ گئے ۔ لیکن جلد ہی اس علاقے میں اسلام کی اشاعت شروع ہوگئی، اور چند ہی سالوں میں چند لوگوں کے سوا جنہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں عراق میں جلاوطن کر دیا گیا تھا، یہ پورے کا پورا خطہ مسلمان ہوگیا۔ وفد نجران سے گفتگو اور مباحثے کے وقت خصوصی طور پر، درج ذیل باتوں کو واضح کیا گیا۔

(۱) حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کا مقام و رتبہ

اسلام ایک عالمگیر شان رکھنے والا مذہب ہے، اس نے جس طرح اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا ہے ۔ اسی طرح دوسرے انبیاء خصوصاً حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی

تعظیم وتکریم کا بھی حکم دیا ہے۔

اسلام جس طرح اپنے نبی پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے، اسی طرح وہ تمام انبیاء حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام پر بھی ایمان لانے کا حکم دیتا ہے۔ سورۂ آل عمران میں ہے:

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ (۳۱)

ہم انبیاء کے مابین فرق نہیں کرتے (کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں)

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ (۳۲)

حضرت عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ تھے، جسے اس نے حضرت مریم کی طرف القا کیا تھا اور اس کی روح تھے۔

جب کہ سورۂ آل عمران میں حضرت عیسیٰ کی ولادت اور ان کی ذات کو حضرت آدم علیہ السلام کی طرح قدرت الٰہی کا نمونہ قرار دیا گیا۔ اس لیے کہ حضرت آدم بن ماں باپ کے پیدا ہوئے اور حضرت عیسیٰ کی ولادت بن باپ کے ہوئی۔ (۳۳) مزید برآں سورہ آل عمران میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے خاندان کو منتخب کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ (۳۴)

علاوہ ازیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفر معراج میں حضرت عیسیٰ سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا اور انہیں اپنا بھائی قرار دیا اور بعض روایات میں ان کا حلیہ تک بیان کیا گیا ہے۔ (۳۵)

الغرض اس موقع پر نازل ہونے والی سورۃ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ان کی والدہ قدسیہ حضرت مریم، ان کے نانا اور نانی وغیرہ کا نہایت ادب واحترام کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے، جو کہ اسلام کے ان بزرگوں کے متعلق عقائد کا اظہار ہے۔

(۲) حضرت مریم علیہا السلام کا مقام ورتبہ

یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت مریم کی ذات کو بھی متنازعہ بنا رکھا تھا، اور ان پر طرح طرح سے اتہام طرازی اور تہمت تراشی کی جاتی تھی، اس موقع پر جو آیات نازل ہوئیں، ان میں حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر بڑے ہی ادب واحترام کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اور انہیں دنیا کی سب سے

زیادہ معزز اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ شان رکھنے والی خاتون قرار دیا گیا ہے۔(۳۶)

ایک اور مقام پر حضرت مریم علیہا السلام کو دنیا کی ان دو خواتین میں شمار کیا گیا، جنہیں اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کے لیے بطور نمونہ اور مثال پیش کیا ہے اور ان کی عفت و پاک دامنی کی شہادت دی گئی ہے(۳۷) اور ان کے متعلق ایک مستقل سورہ مریم نازل فرمائی۔(۳۸) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> انسانوں میں تو بہت سے لوگ کامل ہوئے ہیں مگر عورتوں میں سوائے حضرت مریم
> اور حضرت آسیہ بنت مزاحم کے کوئی عورت بھی کامل نہیں ہوئی۔(۳۹)

(۳) انجیل

قرآن مجید نے اس کا ذکر بھی ہر جگہ ادب واحترام کے پیرائے میں کیا ہے۔ سورۂ آل عمران میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے یہ کہلوایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کتاب و حکمت اور تورات اور انجیل کی تعلیم دے گا۔ یہاں انجیل کو حکمت کا خزانہ قرار دیا گیا ہے، اس طرح انجیل کے متعلق یہ گواہی دی گئی ہے کہ وہ اپنے سے پہلے آنے والی کتابوں کی تصدیق وتائید کرنے والی (یا ان کی پیش گوئیوں کا مصداق قرار پانے والی ہے)، اور یہ کہ اس کتاب میں یہودیوں کے لیے ایسے احکام دیئے گئے ہیں، جن میں ایسی باتوں کو حلال کیا گیا ہے جو اس سے قبل ان کے لیے حرام تھیں، اور اس کے ذریعے ان کے باہمی اختلافات اور تنازعات کو حل کیا گیا ہے۔(۴۰)

ایک اور مقام پر فرمایا اور ہم نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور ہے اور وہ ان کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ جو اس سے پہلے ہیں۔(۴۱) ایک اور جگہ انجیل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اور ہم نے (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) کو انجیل دی۔ اور ہم نے ان کے ماننے والوں کے دلوں میں نرمی اور شفقت پیدا کر دی ہے۔(۴۲)

(۴) مباہلہ

عربی کا لفظ مباہلہ باب مفاعلہ سے، مصدر ہے باھل کا مادہ بھل ہے، جس کے لفظی معنی دعا کرنے کے ہیں اور مباہلہ کے معنی ایک دوسرے کے خلاف بددعا کرنے کے، اسی لیے قرآن مجید میں اس کے معنی فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (۴۳) ''ہم جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں'' کہا گیا ہے کہ یہ اسلام کی صداقت کا ناقابل تردید ثبوت ہے، اس موقع پر نجران کے عیسائیوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی طرف سے مباہلے کی دعوت قبول نہ کی اور اس کے جواب میں مسلمانوں کی اطاعت قبول کی اور جزیہ دینا منظور کرلیا۔

(۵) عیسائیوں کے حقوق

غیر مسلموں یا مسیحیوں کے حقوق کے بارے میں، یہ پہلا موقع تھا کہ اس بارے میں ٹھوس احکام نازل ہوئے۔اس بارے میں اگرچہ سورۂ آل عمران میں تو زیادہ مواد نہیں تھا، تاہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کے ساتھ جو معاہدہ کیا، اس میں ان کے حقوق و مراعات کی تفصیل بیان کی گئی ہے، جس کی تفصیل آئندہ آرہی ہے، اسلام نے انہیں مختصر طور پر یہ حقوق دیئے ہیں:

۱۔انہیں مکمل طور پر مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔

۲۔اگر کوئی دشمن ان پر حملہ کرے تو اسلامی حکومت مکمل طور پر ان کا دفاع کرے گی۔

اس موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا، ڈاکٹر حمید اللہ نے اس کی عبارت یوں نقل کی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ معاہدہ ہے محمد نبی رسول اللہ کی طرف سے اہل نجران کے لیے

۱۔ ان کے پھلوں، سونے، چاندی، غلام اور ان کے اشیا کے ساتھ ہر قسم کے مال کے عوض پر ان پر مندرجہ ذیل خراج عائد کیا جاتا ہے:

۲۔ سالانہ دو ہزار یمنی حلے (دو قسطوں میں)

(الف) ماہ رجب میں ایک ہزار حلے (ب) ماہ صفر میں ایک ہزار حلے

۳۔ اور ایک حلے کے ساتھ ایک اوقیہ چاندی

۴۔ مقررہ مقدارِ خراج میں کسی شے کی کمی اور دوسری شے کی بیشی پر جمع و منہا لازم ہوگا۔

۵۔ اگر اہل نجران عائد شدہ نصاب (حلہ جات اور چاندی) کے عوض میں مندرجہ ذیل اجناس داخل کرنا چاہیں تو بدل اور مبدل منہ دونوں کی قیمت میں کمی و بیشی کا لحاظ ضرور ہوگا۔

۶۔ اہل نجران پر میرے تحصیل داروں کی مہمانی اور تکریم بیس سے لے کر تیس روز تک واجب ہے، اس کے بعد انہیں اپنے ہاں روکا نہ جائے۔

۷۔ ہماری طرف سے یمن اور معرہ پر حملہ کے وقت انہیں ہم کو (الف) ۳۰ گھوڑے اور (ب) ۳۰

زرہیں عاریتاً دینا ہوں گی، جن کے اتلاف پر ان پر ان کی قیمت اور شکست و ریخت کے ہمارے تحصیل دار ذمہ دار ہوں گے۔

۸۔ اہل نجران کے ساتھ ان کے ہمسایہ حلیفوں کے لیے (بھی) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے مندرجہ ذیل اشیا میں تلافی کے ذمہ دار ہیں۔

(الف) وطن اور وطن کے باہر دو جگہوں میں ان کے اموال ونفوس کے اتلاف پر۔

(ب) ان کے مذہب اور ان کے قرابت داروں کی تذلیل وتحقیر پر

۹۔ ان کے پادری گوشہ نشین اور کاہنوں پر گرفت نہ ہوگی۔

۱۰۔ ان کی ماتحتی کی وجہ سے ان پر کسی قسم کی کہتری عائد نہ ہوگی۔

۱۱۔ وہ قبل از اسلام کے قتل پر مواخذے سے بری ہیں۔

۱۲۔ وہ ہماری جنگوں میں بھی شرکت سے مستثنیٰ ہیں۔

۱۳۔ ہمارا لشکر ان پر حملہ نہ کرے گا۔

۱۴۔ ہماری عدالت میں دعویٰ پیش کرنے پر ان سے انصاف کیا جائے گا۔

۱۵۔ ان میں سے جو شخص اپنے خاندان سے سود لے وہ ہماری ذمہ داری سے محروم ہے۔

۱۶۔ کسی فرد کی دوسرے فرد کے عوض گرفت نہ ہوگی۔

اس قرارداد کی اللہ اور محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس وقت تک ذمہ داری ہے، جب تک اہل نجران ان تمام دفعات کے پابند رہیں۔ محرر: عبداللہ بن بکر۔ گواہان: ۱۔ ابوسفیان بن حرب ۲۔ غیلان بن عمرو ۳۔ مالک بن عوف از بنی نصر ۴۔ اقرع بن حابس حنظلی ۵۔ مغیرہ بن شعبہ۔

یحییٰ ابن آدم فرماتے ہیں کہ یہ فرمان میں نے نجرانیوں کے ہاں دیکھا، انداز تحریر میری تحریر کا سا اور محرر کا نام علی بن ابوطالب تھا، قواعد کے خلاف ابی طالب کے ابوطالب لکھنے پر میں کچھ نہیں کہہ سکتا: (۴۴)

غالبًا اسی موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے لاٹ پادری اور دوسرے پادریوں کے لیے بھی ایک تحریر لکھوائی، جو مندرجہ ذیل ہے۔

فرمان نبوی نجران کے پادری ابو حارث بن علقمہ کے نام:

بسم اللہ الرحمن الرحیم من جانب محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنام ابو حارث بشمول نجران

کے دیگر پادری، راہب اور کاہن۔

۱۔ سب اپنی اپنی تھوڑی بہت شے کے خود مالک ہیں۔

۲۔ ان کے گرجے، عبادت خانے اور خانقاہوں کی حفاظت خدا کے ذمے ہے

۳۔ ان کے پادری اور راہبوں (گوشہ نشین) کو ان کے طریق عبادت اور کاہنوں کو نہ ان کے پیشے سے ہٹایا جائے گا، نہ ان کے حقوق میں مداخلت کی جائے گی۔

ان امور پر ایفائے عہد کی ذمہ داری بھی خدا اور رسولؐ پر ہے، بشرطیکہ یہ لوگ ہمارے ساتھ کئے ہوئے معاہدہ کی خود بھی پابندی کریں اور ہماری خیر طلبی پر قائم رہیں، تب انہیں کسی قسم کی مزید زیرباری سے دوچار کیا جائے گا نہ ان پر کسی قسم کا ظلم روا رکھا جائے گا۔ کاتب مغیرہ (۴۵)

اس معاہدے کے دیگر نسخے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ اس موقع پر عیسائیوں کا ذکر کیا ہے، اور ان کو مسلمانوں کی طرف سے تحفظ فراہم کرنے کی ضمانت دی ہے، اس لیے ہر دور کے عیسائیوں نے اس معاہدے کو بڑی اہمیت دی ہے اور اس معاہدے کو بوقت ضرورت اسلامی حکومتوں سے مفادات کے حصول کے لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے چنانچہ عیسائی علما نے قرآن مجید اور احادیث نبویہ، نیز اس معاہدے کا اسلوب سامنے رکھ کر اسی کی نہج پر اس معاہدے کے کئی ایک جعلی اور من گھڑت نسخے تیار کر لیے ہیں۔ معروف محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم نے بڑی محنت سے اس کے کئی نسخے دریافت کر کے جمع کر دیئے ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنام مسیحان نجران (۲ نسخے) از مولف۔ منقول از کتاب نسطوریین در مجموعہ تالیفات اساقفہ شرف (Patrologia Orientalus، جلد ۱۳ صفحہ ۶۰۰ تا ۶۱۸) لیکن ان دونوں نسخوں کے غلط ہونے میں شبہ نہیں، اس تائید کے لیے فرمان نمبر دیکھیے، مستشرقین یورپ کا پیش کردہ امان نامہ (آئندہ اوراق میں)

تمہید از مؤلف کتاب تاریخ نسطوریین (ظہور اسلام: خدا اسے اپنی نصرت سے قائم رکھے)

اسلام کا ظہور ایشوعیب الجدالی کے عہد میں ہوا، یہ زمانہ سن سکندری کے حساب سے ۹۸۵ تھا۔ اور شاہ ایران پرویز بن ہرمز کے جلوس کا اکتیسواں برس اور شاہ روم ہرقولیس کی تخت نشینی کا بارہواں

سال تھا۔ تب ارض تہامہ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم علیہ السلام کا ظہور ہوا۔ ممدوح نے عربوں کے سامنے اللہ کی عبادت کی دعوت فرمائی اہل یمن نے موصوف کی اطاعت کرلی۔ آپؐ نے اہل مکہ سے جنگ کی، یثرب کو اپنا وطن بنالیا اور اس کا نام مدینہ رکھا۔ جسے حضرت ابراہیمؑ کی کنیز قنطورا نے آباد کیا تھا، عرب باشندے حضرت ابراہیمؑ کے فرزند لاعار زملقب بہ اسماعیلؑ کی اولاد ہیں، ماں کی طرف سے جن کا شجرہ حرم ابراہیمؑ بی بی ہاجرہ تک پہنچتا ہے۔

روم کے بادشاہ (ہرقولس) نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر سن کر بات آئی گئی کردی، اس کے لیے یہ تسکین اس کے درباری نجومیوں کی وجہ سے تھی، ادھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ کی طاقت بڑھنا شروع ہوگئی تھی، سن ۸ ہجری میں جب ہرقولیس روم کے تخت پر بیٹھا اور ایران کی حکومت کسریٰ پرویز بن اردشیر کے ہاتھ میں منتقل ہوئی، اس وقت عرب کے مسلمانوں کی جنگی قوت مضبوط ہوچکی تھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو گردونواح میں لڑائی میں بھیج رہے تھے۔

نجران اس دور میں نجران کے عیسائیوں نے اپنے بڑے پادری السید الغسانی کے ذریعے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحائف کے ساتھ خراج عقیدت پیش کیا اور اپنی وفاداری کے ثبوت میں کہلوا بھیجا کہ ہم آپ کی نصرت کے لیے آپ کی طرف سے جنگ کرنے کے لیے بھی حاضر ہیں۔

محمد ﷺ نے یہ تحفے قبول فرما کر مندرجہ ذیل معاہدہ تحریر کر کے ان کے سپرد کیا اور حضرت بن الخطاب نے بھی اپنے عہد میں اس معاہدے کی تجدید فرمائی۔

دستاویز امان از محمد (ﷺ) بن عبداللہ (علیہ السلام) برائے اہل نجران بشمول جملہ مسیحان عرب! ہم نے یہ تحریر ۲۶۵ھ میں مقام بز منشا کے دفتر سے نقل کی، اس دفتر پر حبیب راہب کی زیرنگرانی تھی، حبیب نے کہا یہ دستاویز بیت الحکمۃ ہے، یہ تحریر حبیب کے تارک الدنیا (راہب) ہونے سے قبل اس کے قبضے میں تھی، بیل کی کھال پر لکھی ہوئی جس کی رنگت زردی مائل ہوچکی تھی، اور دستاویز کے آخر میں (محمد (ﷺ) کی مہر ثبت تھی: مؤلف

بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ امان نامہ خدا اور رسول (ﷺ) کی جانب سے نجران کے نصرانی اہل کتاب کے لیے بشمول ان لوگوں کے، جو نجرانی مسلک کے پیرو ہیں، بصورت امان نامہ ہے، نیز وہ عیسائی بھی اس میں شامل ہیں جو مسیحوں کے کسی اور فرقہ سے ہوں۔ یہ امان نامہ ہے محمد (ﷺ) بن عبد اللہ رسول اللہ کی طرف سے جو تمام بنی آدم کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے، اس کی رو سے تمام نصرانیوں

کے لیے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری ہے جو اس معاہدے میں شامل ہیں اور وہ نصاریٰ بھی جو اس معاہدے میں براہ راست تو شامل نہیں، مگر اہل نجران کے بعد انہوں نے بھی ہماری اطاعت کا قبالہ ہمارے حضور پیش کر دیا ہے۔ نصرانی اطاعت گزاروں پر واجب ہے کہ زیر تحریر وثیقہ غور سے سنیں اور ذیل کے دفعات ذہن میں رکھیں۔ زنہار اگر نصرانی امرا اور ان کے اہل کار وثیقے کی خلاف ورزی کریں یا ہمارے سوا کسی اور کے لیے ان شرائط کے لیے پابند ہو جائیں، اور مسلمان بھی وثیقے کے مندرجہ شرائط کے سوا کوئی اور شرط ان پر عائد نہیں کر سکتے۔ ان شرائط کا پابند معاہدے میں لکھی ہوئی مراعات اور رسول اللہ کی طرف سے اپنی حفاظت کا مستحق ہوگا۔ مگر جو شخص ان دفعات میں کسی دفعہ کی خلاف ورزی یا اس کی مخالفت یا ان شرائط پر ہمارے سوا کسی اور کی پابندی یا ان شرطوں میں کسی تغیر کا مرتکب ہو وہ اپنی خلاف ورزی کی سزا کا خود ذمہ دار ہوگا، وہ شخص خائن اور عنداللہ کاذب ہے، وعدہ سے منحرف اور رسول اللہ کا بے فرمان ہے کہ خدا کی طرف سے فرض کردہ دین میں اپنا وعدہ پورا کرنا واجب اور مؤکد ہے اور اس کے خلاف کرنا اور ایفاء سے چشم پوشی کرنا معاہدے کی حرمت زائل کرنا ہے، ایسا شخص خائن ہے اور خدا کے ساتھ صالحین امت بھی اس سے بری ہیں۔

نصرانیوں کے لیے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کی طرف سے امن دہی ان کا حق ہے اور ہر مسلمان پر اس کا پورا کرنا اور اس عہد کو نبھانا واجب ہے، اس لیے کہ (ان کے سوا) تمام قدیم اہل کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی عداوت میں کمی نہ رہنے دی، ان کی آسمانی کتابوں میں رسول اللہ کے جو صفات مرقوم تھے، وہ بغض و کینہ کی بنا پر ایک ایک کے منکر ہو گئے جو ان کی شقاوت قلبی کا نتیجہ ہے، وہ گنہ کے مرتکب ہوئے اور یہ بار اپنی گردن پر لے گئے، خدا نے تو انہیں میری رسالت کے بارے میں اظہار کا حکم دیا تھا، مگر انہوں نے شناخت کے باوجود کتمان سے کام لیا، واجبات پر عمل کی بجائے ان سے روگردان ہو گئے، اپنی کتابوں سے آنکھیں موند کر خدا اور رسول خدا ﷺ کی عداوت پر کمر باندھ لی! اور اس بارے میں ایک دوسرے کے سامنے جھوٹ کے طومار کھڑے کر دیئے ان اہل کتاب نے دل کھول کر میری تکذیب کی لوگوں کو اپنی طلاقت لسانی کے فریب میں لا کر میری بات ماننے سے دور رکھا، میرے خلاف ہر وقت گھات میں لگے رہے، میرے قتل کے منصوبے تیار کئے، میرے خلاف مشرکین قریش اور دوسرے مشرکین کی سربراہی کر کے ان معاہدوں کے خلاف کیا، جو وقت پڑے میری نصرت پر مشتمل تھے، یہ روش خدا کے احکام سے بعد اور امن کی ذمہ داری سے محرومی کا مقدمہ تھا۔

ان مشارالیہ اہل کتاب نے ہمارے خلاف قریش مکہ کی حنین میں مادی اعانت کی، بنی قینقاع، قریظہ، بنی نضیر اور ان کے روساء کی امداد کرتے رہے، ظاہر ہے کہ ان کا یہ وطیرہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خدا اور ان کی عداوت پر ہی مبنی تو تھا لیکن! نصرانی ان جنگوں میں یک طرف رہے ان کا خدا اور رسول خدا ﷺ کے خلاف جنگوں میں دامن بچائے رکھنا ان کی دعوت اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں نرم دلی کا سبب تھا اور جہاں قرآن نے یہود کی قساوت وشقاوت قلبی کا ذکر کیا ہے، وہاں نصرانیوں کی نرم دلی اور ان کی مومنین کے ساتھ مودت کا اعتراف فرمایا ہے:

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (۴۶)

(اے پیغمبر!) ایمان والوں کی عداوت میں تم سب سے زیادہ شقی یہودیوں کو پاؤ گے۔ نیز (عرب کے) مشرکوں کو! اور ایمان والوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں ہم نصاریٰ ہیں، اس لیے کہ ان میں پادری اور تارک دنیا (راھب) ہیں (یعنی عالم اور تارک الدنیا فقیر ہیں جو زھد و عبادت میں مشغول رہتے ہیں) اور اس لیے کہ ان میں گھمنڈ اور خود پرستی نہیں ہے

بایں دلیل کہ! نصاریٰ کے کچھ لوگ جن میں چند افراد ثقہ اور دین خداوندی کی معرفت سے بہرہ اندوز تھے، انہوں نے اسلام، اللہ تعالیٰ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد میں سبقت کی، خدا کی تعلیم کے مطابق دوسروں کو عذاب آخرت سے ڈرایا اور میری رسالت کی تبلیغ کا ذریعہ ثابت ہوئے۔

رضایا مغلوبیت کے اثر سے اسلام قبول کرلیا وہ میرے ساتھ کئے ہوئے معاہدے پر سدا قائم اور دل سے میری دعوت کے معاون رہے، اس بارے میں وہ یہود اور مشرکین قریش وغیرہ کی مخالفت سے بھی متاثر نہ ہوئے، یہود جو طمع کی وجہ سے سود، رشوت اور خرید وفروخت میں خدا کی طرف سے حرام کردہ طریقوں کو چھوڑ کر دنیا کے نفع پر مٹ رہے ہیں۔ جن کے متعلق ارشاد خداوندی یہ ہے:

فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ (۴۷)

افسوس اس پر جو کچھ ان کے ہاتھ لکھتے ہیں اور افسوس ہے اس پر جو کچھ وہ اس

ذریعے سے کماتے ہیں۔

اور نصاریٰ نے اس معاملہ میں ان کی موافقت نہ کی، یہود اور مشرکین قریش وغیرہ نے خدا کے ساتھ دشمنی میں دوسروں کو دھوکا دہی اور اپنے نفسوں کے لیے بدتر اعمال سے میرے مخالفوں کی پشت پناہی کی، انہیں جنگوں پر اکساتے رہے، جس کی وجہ سے وہ خدا، رسولؐ اور صالح مومنین کے دشمن ثابت ہوئے۔لیکن! نصاریٰ نے میرے خلاف اس قسم کا ارتکاب کبھی نہیں کیا، بلکہ اپنے وعدے پر قائم رہے، ہر محاذ اور سرحد پر میرے قاصدوں اور سپہ سالاروں کی اعانت جاری رکھی جس کی وجہ سے وہ میری طرف سے مہربانی، مودت اور مقرر شدہ مراعات کے مستحق قرار پائے، میں نے اس وقت بلکہ اپنی زندگی اور وفات کے بعد دونوں حالتوں میں انہیں حقوق مرحمت کیے ہیں کہ جب تک دنیا میں اسلام موجود ہے، اور جب تک سمندر میں موجیں امنڈ رہی ہیں اور جب تک آسمان سے پانی برس رہا ہے اور جب تک زمین میں نباتات اگ رہی ہیں اور جب تک آسمان روشنی سے جگمگا رہا ہے اور جب تک دن رات کا سلسلہ جاری ہے مسلمانوں پر اس عہد کی پابندی لازم ہے، وہ کسی قسم کی اس معاہدہ میں تبدیلی اور کمی یا بیشی کے مجاز ہیں نہ ان مراعات کی خلاف ورزی کے مختار! میری امت میں سے جو شخص اس کے خلاف عمل کرے، میں اس پر اللہ کی حجۃ پیش کرتا ہوں ''و کفی باللہ شھیدا''

ان مراعات کے اسباب تین ہیں۔

نصاریٰ میں سے چند افراد نے مسلمانوں کی طرف سے امان نامہ کے لیے درخواست کی اور ایسا وعدہ لینا چاہا جو ضروری ہو ان کے دونوں مطالبے میں نے منظور کر لیے۔ مجھے یہ پسند ہے کہ تم میں سے جو شخص میری مانند عسرت میں ہو، وہ کسی قسم کی دست کاری سیکھ لے، اس کے لیے میری ﷺ اور میرے داعیوں کی طرف سے امداد بھی کی جا سکتی ہے۔اور یہ کہ میں اسے ایسا معاہدہ قرار دوں جس کی تعمیل ہر مسلمان اور مومن پر واجب ہو، تب میں نے ان کے لیے استمراری وثیقہ لکھ دیا جو مسلمان بادشاہ اور غیر بادشاہ دونوں قسموں کے لیے نسلاً بعد نسلٍ واجب العمل ہے، مسلمان بادشاہ کے لیے اس وثیقے کا نفاذ ضروری ہے، تاکہ نصاریٰ سے کیے ہوئے وعدوں اور میری طرف سے ان کے لیے منظور شدہ امان مسلم ہو سکے، میں مسلمان اور شاہی عمال اور کافروں کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ نصاریٰ کو تکلیف نہ پہنچائیں اور اس وثیقے کے نفاذ کا خیال رکھیں، ان کا یہ عمل میری دعوت کے لیے باعث اعانت ہوگا اور اہل تکذیب وتشکیک کے لیے رنج و ملال کا موجب، اس سے کسی ذمی کے لیے مسلمانوں پر حرف گیری اور مخالفت کا مقصد نہ

رہے، نصاریٰ کے لیے یہ مراعات اس لیے ہیں کہ وہ معروف پر عمل کریں، مکارم اخلاق سے آراستہ ہوں، دوسروں کو نیکی کی ہدایت کریں اور برائی سے منع کریں اور صداقت وحق بھی یہی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ (۴۸)

اس معاہدے کا دوسرا نسخہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم امان نامہ من جانب محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب جملہ بنی نوع انسان کی طرف خدا کے مبعوث کردہ رسول ﷺ جو بشیر ونذیر اور احکام خداوندی کے ابلاغ میں امین ہے:

لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ (۴۹)

(اللہ نے اپنے رسولوں کو خوش خبری دینے اور ڈرسنانے والے بنا کر بھیجا)۔

تاکہ رسول آنے کے بعد، لوگوں کی اللہ پر کوئی حجت نہ رہے، اور اللہ تعالیٰ حکمت والا غالب ہے

بنام سید بن حارث بن کعب اور ان کی ملت نصرانیہ آبادکاران مشرق ومغرب، نزدیک ودور، عرب نژاد اور عجمی ومشہور اور گمنام سب کے لیے۔ یہ تحریر نصاریٰ کے لیے رسول اللہ کی طرف سے معمول کے طریق پر، ایسے امان نامہ کی صورت میں ہے، انصاف اور معاہدین کی حفاظت کی ذمہ داری دی جاتی ہے، مسلمانوں میں جو شخص اس امان نامہ کی پاسداری ملحوظ رکھے وہ اسلام کا نگہبان اور اسلام کی خوبیوں سے بہرہ مند ہونے کا مستحق ہے اور جو مسلمان اس امانامہ کو نظر انداز کر کے ان دفعات پر عمل نہ کرے یا ان کی مخالفت کا مرتکب ہو اور میرے احکام کا پابند نہ رہے، وہ خدا سے کئے ہوئے میثاق سے پھرنے والا، اس کی پناہ سے فراری اور لعنت کا مستوجب ہے۔ بادشاہ ہو یا رعایا اس بنا پر میں نے انہیں اپنے اور خدا کی طرف سے امان دینے کے ساتھ جملہ انبیاء واصفیا اور دنیا کے مومنین ومسلمین، اولین وآخرین ہر ایک کی طرف سے پناہ دی اس بارے میں وہ میثاق سامنے رکھنا ضروری ہے جو خدا نے بنی اسرائیل کو اطاعت وایفائے عہد اور اللہ سے کئے ہوئے وعدہ کو پورا کرنے کے لیے ارشاد فرمایا۔ نصاریٰ کے لیے مندرجہ ذیل ذمہ داری خود پر لی ہے۔

۱۔ ان کے دشمنوں سے ان کی سرحدوں کی حفاظت اپنے گھڑ سوار اور پیدل، مسلح اور زور آور مسلمانوں سے کروں گا۔

۲۔ان پر حمہ آور میرے ساتھ معاہدہ ہوں یا حربی ہوں، مجھ سے قریب رہنے والے ہوں یا دور میں ہر حالت میں نصاریٰ کا طرف دار رہوں گا۔

۳۔ان کے اطراف کا تحفظ اوران کے دشمنوں سے ان کی مخالفت کروں گا۔

۴۔ان کے گرجے، عبادت خانے، خانقاہیں اور مسافر خانے خواہ وہ پہاڑوں میں ہوں یا کھلے میدان یا تیرہ وتار غاروں کے اندر ہوں یا آبادیوں میں گھرے ہوئے ہوں یا وادیوں کے دامن اور ریگستانوں میں ہوں سب کی حفاظت میرے ذمے ہے۔

۵۔ان معاہدین اوران کے ہم مشرب گروہ کے عقائد ورسوم مذہب کے تحفظ میں میری ذمہ داری ہے۔

۶۔یہ لوگ خشکی اور بحری، شرق وغرب کے کسی حصہ میں کیوں نہ ہوں ان کے لیے میرے ساتھ مسلمانوں کا ہر فرد امان نامہ کا پابند ہے۔

۷۔ان پر آسمانی سلطانی میں بھی ان کی امداد میرے ذمہ ہے۔

۸۔ان کے میری رعایا میں شامل ہونے سے بھی میں ان کا محافظ ہوں اور میرے ساتھ میرے وہ ساتھی بھی، اس میں میرے ساتھ شامل ہیں جو اسلام کی طرف سے مدافعت پر سینہ سپر ہیں۔

۹۔کوئی مصیبت ان کا تعاقب کرے، ہم اسے ان تک پہنچنے نہ دیں گے۔

۱۰۔ہم اپنی جنگی مہموں میں انہیں ان کی رضامندی کے بغیر شریک نہیں کر سکتے۔

۱۱۔ان کے پادری، راہب اور سیاح جن مناصب پر ہیں انہیں معزول نہ کروں گا۔

۱۲۔ان کی عبادت گاہوں میں بھی مداخلت نہ کروں گا۔

۱۳۔نہ انہیں مساجد میں تبدیل کروں گا۔

۱۴۔نہ انہیں مہمان سرائے کے طور پر استعمال کروں گا۔

۱۵۔ان کے علما وزہاد اور مذہبی سر راہ خواہ کھلے میدان یا پہاروں میں ہوں، ان پر سے جزیہ اور خراج دونوں معاف ہیں۔

۱۶۔اوران کے سوا سب پر مندرجہ ذیل شرح پر جزیہ عائد ہے۔

(الف) فی کس ۱۲ درہم (ب) یا فی کس ایک یمنی چادر (ج) یا فی کس یمن کا ایک سوتی تھان جس سے مسلمانوں کی امداد اور بیت المال کی تقویت مطلوب ہے اور یہ رقم ان ماتحتوں کی رضا

مندی کے بعد مقرر کی گئی ہے۔

۱۷۔ مندرجہ ذیل طبقات پر (۱۲) درہم سالانہ سے زائد جزیہ کبھی عائد نہ کیا جائے گا وہ بھی اس صورت کہ ایسے کاروباری لوگوں کی رہائش کسی ایک مقام پر ہو۔

(الف) کسان (ب) منقولہ اشیاء کے بیوپاری (ج) بحری و بری بیوپاری (ہر دو)

(د) سونے چاندی اور جواہرات کا لین دین کرنے والے

(ھ) جنگل میں چرنے والے مویشی کے سوداگر

۱۸۔ خانہ بدوش اور وہ لوگ جو عارضی طور پر کسی بستی میں مقیم ہیں، اور ان کے اصل وطن کا حکومت کو علم نہ ہو اور راہ گزر سوداگر بھی انہیں لوگوں میں شامل ہیں۔

۱۹۔ خراج اور جزیہ دونوں ان لوگوں پر ہیں۔

(الف) مالکان زرعی اراضی پر (ب) مالکان درختان ثمر دار پر

۲۰۔ لیکن مقدار مقرر کرنے میں زیادتی نہ کی جائے اور نہ ایک کسان یا مالک باغات کے مقابلے میں دوسرے پر زیادہ لگان عائد کیا جائے۔

۲۱۔ ذمی کو مسلمان کی حمایت میں جنگ کرنے پر مجبور نہ کیا جائے، وہ ہمارے پناہ گزین ہیں جو اپنی امان کا عوض ادا کرتے ہیں۔

۲۲۔ جنگ کے موقع پر ان سے گھوڑے اور اسلحہ بھی نہ لیے جائیں، اگر ازخود امداد کرنا چاہیں۔ تو ان کی مرضی۔ اس حالت میں وہ قابل مدح اور تشکر اور معاوضہ کے حقدار ہیں۔

۲۳۔ نصرانی کو مسلمان ہونے پر اکراہ نہ کیا جائے۔

۲۴۔ ان سے مذہبی گفتگو میں احسن طریق سے پیش آیا جائے۔

۲۵۔ انہیں اپنی مہربانی کا مورد رکھا جائے۔

۲۶۔ ان کی ایذا دہی کا ارادہ نہ کیا جائے، وہ کہیں بھی ہوں۔

۲۷۔ ان کے کسی فرد سے جرم سرزد ہو تو مسلمانوں کو ان کے درمیان انصاف کرنا چاہیے۔

۲۸۔ جہاں تک ہو سکے فریقین مقدمے میں صلح کرادی جائے۔

۲۹۔ مجرم ہونے کی حیثیت سے انہیں احسان کے طور پر رہا کر دینا چاہیے۔

۳۰۔ اثبات جرم کی صورت میں ان کی طرف سے جزیہ ادا کر دینا بہتر ہے۔

۳۱۔انہیں کسی حالت میں خود سے دور نہ کیا جائے، نہ ذلیل اور نظر انداز کیا جائے، اس لیے کہ میں انہیں معافی دے چکا ہوں۔

۳۲۔عدل وانصاف اور سماجی معاملات میں ان کے حقوق مسلمانوں کے برابر ہیں۔

۳۳۔ان کی عورتیں جن سے عقد حلال ہے، مسلمان انہیں زبردستی نکاح میں نہ لائیں، ان کی طرف سے انکار کی حالت میں ایسا ارادہ ان کو تکلیف پہنچانا ہے، نکاح تو خوشی سے ہونا چاہیے۔

۳۴۔وہ اور مسلمان دونوں جرائم کی سزا میں برابر ہیں۔

۳۵۔جس مسلمان کے گھر میں نصرانی عورت ہو، اسے اپنے مذہبی شعائر ادا کرنے کی اجازت ہونا چاہیے، وہ عورت جب چاہے اپنے علماء سے مسئلہ دریافت کرسکتی ہے جو شخص اپنی نصرانی بیوی کو، اس کے مذہبی شعائر ادا کرنے سے منع کرے، وہ خدا کی طرف سے ان کو دیئے گئے میثاق کا مخالف اور عنداللہ کاذب ہے۔

۳۶۔اگر وہ اپنی عبادت گاہوں اور خانقاہوں یا قومی عمارتوں کی مرمت کرنا چاہیں اور مسلمانوں سے مالی اور اخلاقی امداد کے طلب گار ہوں تو ان کی اعانت کرنا چاہیے، یہ اعانت ان پر قرض اور احسان نہ ہوگی بلکہ اس میثاق کی تقویت ہوگی جو رسول اللہ نے از راہ احسان وکرم ان سے کیا۔

نصاریٰ کی ذمہ داری:

۳۷۔نصاریٰ کو مسلمانوں کی جنگوں میں دشمن کا سفیر و راہبر یا معاون و جاسوس اور مشیر نہ ہونا چاہیے، ایسا شخص خدا کے نزدیک ظالم، رسول کا بے فرمان اور ایمان سے محروم متصور ہوگا۔

۳۸۔ان کی وفاداری ان دفعات پر دل سے عمل کرنے پر موقوف ہے، جو محمد بن عبداللہ رسول اللہ نے ملت نصرانی کے لیے مقرر کر دیں اور جن کی پابندی کے لیے وہ از روئے دین عیسوی مکلف ہیں، ان شرائط میں علانیہ یا خفیہ طریق سے دشمن کا جاسوس یا مسلمانوں کا رقیب ہونا معاہدے کی خلاف ورزی ہے۔

۳۹۔نصرانی کو ہماری دشمن فوج کے لیے اپنی مملوکہ جگہ پناہ یا آرام کرنے کے لیے نہ دینا چاہیے، مبادا وہ تازہ دم ہو کر ہم پر حملہ کر بیٹھیں اس میں رہنے کے گھر اور عبادت خانے بھی شامل ہیں، نیز انہیں کوئی اور سہارا بھی نہ دیا جائے۔ ہمارے مخالف کے لیے اسلحہ، گھوڑے، آدمیوں یا ان کے سامان کی مرمت بھی اس میں شامل ہے۔

ان کی طرف سے مسلمانوں کے لیے

۴۰۔صرف ان پر دن رات تین روز کی مہمانی لازم ہے ضرورت پر ان کے لیے کارندے اور سواری کے جانور فراہم کرنا بھی واجب ہے،اس سے زیادہ نہیں۔

۴۱۔اگر دشمن سے لڑائی کے دوران میں کوئی مسلمان کسی نصرانی کے گھر یا معبد میں چھپنا چاہے تو ان کی حفاظت اور خورد ونوش کا اہتمام ان کے دشمن سے پوشیدگی وغیرہ بھی نصاریٰ پر واجب ہے۔

۴۲۔جو نصرانی ان دفعات میں سے ایک دفعہ کی مخالفت بھی کرے اور یہ حقوق مسلمانوں کے سوا ان کے دشمنوں کے لیے ادا کرے ایسا شخص اللہ اور رسول کے ذمہ سے بری ہے،ان پر ایسے معاہدات کی ذمہ داری ہے،جس سے انہیں ان کے راہبوں نے مطلع کیا اور میں نے راہبوں سے اور ہر نبی نے امان کے عوض میں اپنی امت سے جو وعدہ کیا۔امت پر اس کا ایفاء اور نبی پر امت کی حفاظت واجب ہے ان دونوں میں قیامت تک تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا انشاءاللہ!

گواہان:۱۔محمد بن عبداللہ (جو اس معاہدے کے ایک فریق ہیں اور دوسرا فریق نصاریٰ ہیں)
۲۔عتیق ابن ابی قحافہ ۳۔عمر بن الخطاب ۴۔عثمان بن عفان ۵۔علی بن ابن طالب ۶۔ابوذر غفاری ۷۔ابوالدرداء ۸۔ابو ہریرہ ۹۔عبداللہ بن مسعود ۱۰۔عباس بن عبدالمطلب ۱۱۔فضل بن عباس ۱۲۔زبیر بن العوام ۱۳۔طلحہ بن عبیداللہ ۱۴۔سعد بن معاذ ۱۵۔سعد بن عبادہ ۱۶۔ثمامہ بن قیس ۱۷۔زید بن ثابت ۱۸۔زید بن ارقم ۱۹۔حرقوص بن زہیر ۲۰۔زید بن ارقم ۲۱۔اسامۃ بن زید ۲۲۔عمار بن مظعون ۲۳۔مصعب بن جبیر ۲۴۔ابو الغالیہ ۲۵۔عبداللہ بن عمرو بن العاص ۲۶۔ابو حذیفہ ۲۷۔خوات بن جبیر ۲۸۔ہاشم بن عتبہ ۲۹۔عبداللہ بن خفاف ۳۰۔کعب بن مالک ۳۱۔حسان بن ثابت ۳۲۔جعفر بن ابی طالب۔ محرر معاویہ ابن سفیان(۵۰)

ان دونوں معاہدوں پر ایک سرسری سی نظر ڈالنے سے ہی بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ ان کے متون میں ردوبدل اور تحریف واضافہ کیا گیا ہے،جس کے یہ لوگ عادی تھے،جب ان لوگوں نے اپنی مذہبی کتابوں تک کو تحریف واضافے سے نہیں بخشا،تو ان کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدات میں تبدیلی کرنا اور انہیں اپنے حسب منشا بنانا کون سا مشکل کام تھا۔

ان معاہدات کا انجام

تاریخ کا ریکارڈ درست کرنے کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان معاہدات کے انجام پر

بھی ایک نظر ڈال لی جائے۔

اہل نجران سے یہ معاہدہ حضرت عمرؓ کے زمانے تک برقرار رہا۔ ان دونوں خلفا حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدے کو برقرار رکھا۔ لیکن بعد ازاں حضرت عمرؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے، اس کو منسوخ کر دیا، تفصیل درج ذیل ہے۔

اہل نجران کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے تجدید امان

بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ تحریر (عبداللہ) ابوبکر خلیفۂ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اہل نجران کے لیے لکھی گئی۔

۱۔ ان کی جان، اراضی، قومیت، اموال، حلیف، طریق عبادت، پادری، رہبان، عبادت خانے، جملہ منقولہ جائیداد اپنے گھر میں موجود اور غیر موجود دونوں کے لیے حمایت اور محمد نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری ہے۔

۲۔ ان کے پادری اور راہب کسی کو ان کے مسلک سے برگشتہ نہ کیا جائے۔

۳۔ انہیں تحریری امان نامہ جو محمد نبی (علیہ السلام) نے عطا فرمایا اس پر ہمیشہ عمل کیا جائے گا۔

۴۔ اہل نجران پر ریاست کی ہمدردی اور خیر خواہی واجب ہوگی۔

گواہان ۱۔ مستورد بن عمرو از قبیلہ بنی القین ۲۔ عمرو مولی ابوبکر ۳۔ راشد بن حذیفہ۔

محرر: مغیرہ (۵۱)

معلوم ہوتا ہے کہ نجران میں کچھ لوگوں نے برضاء و رغبت اسلام قبول کر لیا تھا، مگر پھر نامعلوم وجوہ کی بنا پر، وہ مرتد ہو گئے تھے، حضرت عمر کو، ان باتوں کا علم ہوا، تو انہوں نے اس موقع پر انہیں مندرجہ ذیل خط تحریر فرمایا:

نصاریٰ کی نجران سے جلاوطنی سے پہلے عمر رضی اللہ عنہ کی توثیق

بسم اللہ الرحمن الرحیم از جانب امیر المومنین بنام جملہ باشندگان رعاش

السلام علیکم! میں تمہارے سامنے خدائے واحد لاشریک کی حمد بیان کرتا ہوں۔ بعد ازیں یہ کہ! تم نے اپنے مسلمان ہونے کا اعتراف کیا اور اس کے بعد مرتد ہو گئے، اب بھی تم میں سے جو شخص توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لے اس کے ارتداد پر مؤاخذہ نہ ہوگا اور ہم اس کے ساتھ بہتر سلوک کریں گے، تم

گذشتہ انعامات کو یاد کرلو اور خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو، تم میں سے جو شخص مسلمان ہوجائے اس کے لیے سلامتی کی خوش خبری ہے اور جو شخص اسلام کی بجائے نصرانیت قبول کر کے اس پر اکتفا کرلے تو ہمیں اس کی امان سے کوئی سروکار نہیں، نجران میں یہ حکم نصاریٰ کے ماہ صیام کی گیارہویں تاریخ سے نافذ ہوگا۔

اور یہ کہ میرے صوبہ دار یعلیٰ نے معذرت کی ہے کہ!

۱۔ اور ذمیوں میں جو افراد میری طرح نادار ہوں مجھے پسند ہے کہ وہ کسی قسم کی صنعت سیکھ لیں تاکہ میرے اور میرے عرب داعیوں کے سر سے نصرانی کہلانے والوں کی اعانت کا بار اٹھ جائے۔

۲۔ میں نے یعلیٰ کو حکم دیا ہے کہ وہ تم لوگوں سے زمین کی پیداوار کا نصف وصول کرے۔

۳۔ جب تک تم وفاداری کے ساتھ ہو، میں تمہیں بے دخل نہ کروں گا۔

۴۔ میں نے یعلیٰ کو پابند کردیا ہے کہ تم سے نصف پیداوار لے۔

۵۔ جب تک تم وفاداری سے رہو میں وہاں کی اراضی تم سے واپس نہ لوں گا۔ (۵۲)

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں جب شام، عراق، فلسطین اور مصر کے علاقے فتح ہوگئے، تو حضرت عمرؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت اخرجوا الیھود و النصاریٰ من جزیرۃ العرب (۵۳) (یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دو) پر عمل کرتے ہوئے، نجران کے عیسائیوں کو نجران میں آباد رہنے اور شام میں جا کر آباد ہوجانے میں سے کسی ایک بات کا اختیار دیا اور انہیں تحریر فرمایا:

حضرت عمر کا فرمان نصاریٰ کی نجران سے جلاوطنی پر

بسم اللہ الرحمن الرحیم از عمر امیر المومنین بنام اہل نجران! تم میں سے جو شخص اللہ کی امان میں رہنا چاہے اسے کوئی مسلمان ضرر نہیں پہنچا سکتا یہ مسلمانوں کے لیے محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کا تحریری حکم ہے۔

۱۔ میں شام اور عراق کے سرکاری عہدہ داروں کو حکم دیتا ہوں کہ نجرانی نصاریٰ زراعت کے لیے جس قدر اراضی چاہیں انہیں دی جائے اور اس اراضی کی پیداوار خدا کی رضا طلبی کی غرض سے ان پر صدقہ اور اپنے وطن میں ان کی متروکہ اراضی کا بدل ہے۔ زنہار! اگر ان کی پیداوار میں کوئی مسلمان ان سے کچھ وصول کرے یا کسی قسم کا تاوان ان پر ڈالا جائے۔

۲۔ مسلمان اہل کاروں میں سے جو شخص ان پر نگران ہو ان کی دادرسی میں کوتاہی نہ کرے کہ وہ

ہمارے ذمی ہیں۔

۳۔ میں نے یہ زرعی اراضی انہیں بلا معاوضہ دو سال کے لیے دی ہے۔

۴۔ ان میں جو شخص از راہ خیر خواہی سرکاری مد میں کچھ دینا چاہے تو اس کے وصول کرنے میں مضائقہ نہیں، لیکن جبراً ان سے کچھ وصول نہ کیا جائے۔

محرر: معیقیب۔ گواہان ۱۔ عثمان بن عفان ۲۔ معیقیب (۵۴)

۴۔ از طرف یعلیٰ بنام سرکاری تحصیل دار متعینہ نجران

از یعلیٰ بن امیہ۔ عمر بن الخطاب نے میری نجران میں تقرری کے بعد میرے نام وصول لگان کے لیے یہ فرمان بھجوایا اور نجران یمن کے قریب ہے (۵۵)

نقل فرمان عمر رضی اللہ عنہ

سابقہ غیر مسلم مفتوحہ باشندوں کے متروکہ پھل دار درختوں کی پیداوار میں مندرجہ ذیل شرح لگان ہوگی۔

۱۔ جو درخت تارانی یا گرد و نواح کے جمع شدہ یا بہتے ہوئے پانی سے سینچے جائیں عمر اور مسلمانوں کے لیے دو تہائی اور ان کے اجارہ داروں کے لیے ایک تہائی۔

۲۔ جو درخت چرسہ سے سینچے جائیں۔ عمر اور مسلمانوں کے لیے ایک تہائی اور ان کے اجارہ داروں کے لیے دو تہائی۔

۳۔ ہم وار مزراعہ بارانی اراضی کی پیداوار پر۔ عمر اور مسلمانوں کے لیے دو تہائی اور ان کے اجارہ داروں کے لیے ایک تہائی۔

۴۔ جو ہم وار اراضی چرسہ سے سینچی جائے۔ عمر اور مسلمانوں کے لیے ایک تہائی اور ان کے اجارہ داروں کے لیے دو تہائی۔

۵۔ اہل نجران کے بارے میں عثمان رضی اللہ عنہ کا حکم صوبہ دار کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم از عبداللہ عثمان امیر المومنین بنام ولید بن عقبہ! سلام علیک! میں تمہارے سامنے خدائے واحد لاشریک کی حمد بیان کرتا ہوں، بعد ازیں یہ کہ نجران کے اسقف وراھب

اور روسا جو عراق میں آباد ہوئے ہیں، وہ میرے سامنے لگان کی شکایت کرتے ہیں انہوں نے مجھے حضرت عمرؓ کا وثیقہ بھی دکھایا ہے اور مسلمانوں نے انہیں معاملے میں جو تکلیف پہنچائی ہے وہ بھی میرے علم میں ہے۔

۱۔ میں ان کے جزیے میں تیس حلے خدا کی رضا طلبی کے لیے کم کرتا ہوں۔

۲۔ نجران میں حضرت عمرؓ نے انہیں جس قدر اراضی پر قابض رکھا، ان میں سے ہر ایک کے لیے اتنا ہی رقبہ دیا جائے۔

۳۔ وہ ہمارے ذمی ہیں ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے رہئے، میری ان کی پہلے سے شناسائی بھی ہے۔

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مرسلہ امان نامہ دیکھ کر اس کے مطابق عمل کیجئے اور یہ امان نامہ مجھے واپس کر دیجئے۔

محرر: حمران بن ابان ۱۵۔ شعبان ۲۷ھ (۵۶)

۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے اہل نجران کے وثیقے کی تجدید

بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ تحریر عبداللہ علی بن ابی طالب امیر المومنین کی جانب سے اہل نجران کے لیے ہے۔ تم نے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تحریری امان نامہ دکھایا، جس کی رو سے تمہاری جان اور مال کی ذمہ داری لی گئی ہے۔ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکرؓ اور عمرؓ تینوں کی تحریر پر عمل پیرا ہوں اور حکم دیتا ہوں کہ جو مسلمان تمہارے ہاں وصول تحصیل کے لیے جائے تمہاری جان و مال کی حفاظت کرے۔ مبادا وہ تم پر ظلم کرے اور تمہارے حقوق کم کر دینے کی مصیبت میں تمہیں ڈالے۔

محرر: عبداللہ بن ابی رافع ۱۰۔ جمادی الآخر ۳۷ھ (۵۷)

اس طرح نجرانیوں کی جلاوطنی کے بعد بھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاہدہ بدستور زیر عمل رہا، اور عیسائیوں کے لیے حفاظت اور احترام پر مبنی عمل کا ذریعہ بنا رہا۔

۷۔ مستشرقین یورپ کا پیش کردہ امان نامہ حضرت عمر کا تحریر کردہ

مستشرقین نے جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دنیا بھر کے مسیحیوں کے لیے

ایک معاہدہ پیش کیا ہے، جس کے دو متون اوپر دیئے جا چکے ہیں ۔ اسی طرح، انہوں نے حضرت عمرؓ کی طرف سے مسیحیان عالم کے لیے درج ذیل امان نامہ پیش کیا ہے:

من جانب عمر برائے مسیحان مدائن و فارس بحوالہ تاریخ النسطوریین (در مجموعہ تالیفات اساقفۂ اہل شرق جلد ۱۳ صفحہ ۶۲۰، ۶۲۳)

حضرت ابوبکر کی رحلت پر عمر بن الخطاب امیر ہوئے، جنہوں نے بہت سے شہر فتح کیے اور مفتوحہ علاقہ جات کے باشندوں کی حالت کے مطابق ان پر لگان مقرر کیا معاویہ بن ابوسفیان کے عہد تک یہی شرح لگان رہی ۔

حضرت عمر کے حضور جاثلیق کے درباری ایشوعیب حاضر ہوکر نصاریٰ کے لیے تحریری امان نامہ کا ملتجی ہوا اور عمر نے اسے مندرجہ ذیل وثیقہ عطا فرمایا۔

از امیر المومنین عبد اللہ عمر بن الخطاب برائے باشندگان مدائن و بہرہ شیر و جاثلیق بشمول خانقاہی گوشہ نشین اور معمر اشخاص کے ۔ عمر نے یہ مراعات سنیہ رسول اللہ اور حضرت ابوبکرؓ کی اقتدا میں لکھوائیں جن کے مطابق ان افراد کی حفاظت کا ذمہ لیا جاتا ہے جو مسلمان ان احکام پر عمل پیرا ہو، وہ اسلام پر قائم اور اس کا اہل ہے اور جو مسلمان میرے ان احکام کی خلاف ورزی کرے، وہ عہد خداوندی کا توڑنے والا اور ان کی ذمہ داری سے اغماض کرنے والا ہے۔

مراعات یہ ہیں

۱۔ میں تمہیں تمہاری جان، مال، اہل وعیال اور آبرو ہر ایک پر اللہ کے عہد و میثاق اور اس کے انبیاء و اوصیا اور اولیا اور مسلمانوں کی ذمہ داری دیتا ہوں؛ یہ کہ میں ہر قدم پر تمہاری امداد کا ذمہ دار اور تمہارے دشمن کو تم سے دور رکھنے کا پابند رہوں گا، اس میں میرے وہ مسلمان اعیان وانصار بھی شامل رہیں گے جو سدا اسلام کی حمایت میں سربکف رہتے ہیں۔

۲۔ میں تمہیں اپنی جنگوں میں ہر قسم کی تکلیف و شرکت سے مستثنیٰ کرتا ہوں، اس بارے میں جبر واکراہ ہرگز نہ ہوگا۔

۳۔ تمہارے پادری اپنے منصب سے معزول نہ کیے جائیں گے۔

۴۔ اور تمہارے رئیس بھی اپنے مناصب پر رہیں گے۔

۵۔ تمہاری عبادت گاہیں اور خانقاہیں مسمار نہ کی جائیں گی، نہ انہیں مساجد اور مسلمانوں کی

اقامت گاہوں میں تبدیل کیا جائے گا۔

۶۔تمہارے سفر پر کسی قسم کا ٹیکس نہ ہوگا۔

۷۔تمہارے کسی فرد کو مسلمان ہونے پر مجبور نہ کیا جائے گا، بحکم قرآنی: لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (۵۸) اسلام قبول کرانے میں زبردستی نہ چاہیے، ہدایت اور گمراہی کا فرق معلوم ہو چکا ہے۔ وَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (۵۹) اہل کتاب کے ساتھ احسن طریق سے گفتگو کرو۔

۸۔تم پر ظلم کرنے والے کو روکا جائے گا، ان دفعات کی خلاف ورزی کرنے والا مسلمان میثاق خداوندی اور محمد کے عہد کا مخالف ہوگا گویا اس نے خدا کی طرف سے دی گئی ذمہ داری اور اس وعدے کے خلاف کیا، جس کے مطابق نصاریٰ کی جان کی حفاظت اور ان پر ظلم و زیادتی کی راہ میں حائل ہونا لازم تھا اور ان کے طرف دار دین کے حامی و ناصر شمار ہوں گے۔ اور ریاست کی طرف سے نصاریٰ پر یہ شرائط واجب ہیں۔ ۱۔ وہ ہمارے حربی کے سامنے یا خفیہ کسی طریق پر ہماری مخبری نہ کریں۔ ۲۔ اس کو اپنے ہاں پناہ نہ دیں تاکہ وہ موقعہ پا کر ہم پر اچانک حملہ نہ کر بیٹھے۔ ۳۔ اسلحہ و گھوڑے اور آدمیوں سے اس کی امداد نہ کریں۔ ۴۔ اور ان سے کسی قسم کا معاہدہ نہ کریں۔ ۵۔ مگر مسلمان کے لشکر کی اپنے ہاں چھپنے میں اعانت اور ان کی رسد و طعام کی خود پر ذمہ داری سمجھیں اور ایسے موقع کا ہمارے دشمن کے سامنے اظہار نہ کریں۔ مبادا! کسی دفعہ کی مخالفت کی جائے اس سے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری ختم ہو جائے گی۔ ان تمام مواثیق اور وعدوں کی ذمہ داری ان پر واجب ہے، جو میں نے (ان کے) پادری اور رہبان پر عائد کیے، جیسا کہ خدا اور نبیوں سے ہر موقع و محل میں ایمان کے ساتھ ان سے ایفا کا وعدہ لیا۔ اسی طرح میں ان کے متعلق خود پر عائد شدہ شرائط کا پابند ہوں اور میری طرح مسلمان بھی! کیونکہ وہ ان شرائط سے آگاہ ہو چکے ہیں ان شرائط کی پابندی ہم پر رہتی دنیا تک عائد ہے۔

گواہان: ۱۔عثمان بن عفان ۲۔مغیرہ بن شعبہ ...... تاریخ تحریر ۷اھ (۶۰)

۸۔جعلی فرمان ہائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم برائے نصرانیاں

ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم نے عیسائیوں کے تیار کردہ جعلی امان ناموں کے ضمن میں دو مزید امان نامے پیش کیے۔ ان کی تمہید کے طور پر مرحوم نے لکھا ہے۔

راقم الحروف مندرجہ ذیل ملکوں اور شہروں میں بار ہا گیا، شام میں، مصر میں، ماوراء النہر، عراق اور ہندوستان میں! جہاں اپنے مقالہ متعلقات کی تلاش اور مآخذ کے مطالعے سے مستفیض ہوا، یورپ کے ان کتب خانوں میں مشرق کے متعلق وہاں کا لٹریچر پڑھا۔

(الف) پیرس میں (ب) لندن میں (ج) روما میں (د) لیدن میں

جن میں وثائق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ عام ہے، بعنوان ''نبی الاسلام بنام فرق النصاریٰ'' اور اسی طرح خلفائے راشدین، خصوصا حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن الخطاب کے فرامین بھی عام ہیں ان وثائق وفرامین کے نقل وحمل میں ہم نے اپنی پوری قوت صرف کر دی اس لیے بھی کہ ان میں اسلام اور اس کے مخالف فرقوں کے درمیان باوجود اختلاف عقائد کے الفت اور اتحاد کا پیغام ہے، ان جگہوں سے راقم مؤلف کو اس قسم کے فرامین ۱۵۔۱۶ کے قریب دستیاب ہوئے۔

مگر جب ہم نے ان تحریروں کا جائزہ لیا اور ان مآخذ سے حاصل شدہ وثائق کا مشہور ومتداول کتب اسلام سے مقابلہ کیا، تو نہ صرف انہیں سیاق وسباق عبارت، بلکہ نفس مضمون میں بھی کتب متداولہ کے فرامین سے مختلف پایا، کہیں بے جا کمی ہے اور کہیں بے محل اضافہ! باوجودیکہ ان اور اُن (ہماری کتب متداولہ) دونوں کے فرامین کے منابع ایک ہی ہیں، جس سے ہم گونہ مشکل میں الجھ گئے کہ دونوں (مآخذ) میں سے کس کی تصدیق کریں اور کس سے انکار۔ اسی اثناء میں معلوم ہوا کہ آرمینیہ کے ایک کیتھولک پادری نے اپنے آخری عہد زندگی میں آستانے میں ایک خط بھجوایا، جسے دارالاسلام کے موقت رسالوں نے شائع کیا اور ان سے رسالہ ''احوال'' نے اسی سال میں (اپنے) عدد ۴۸۹۳ بابت ۲۶ شباط ۱۹۰۹ء میں نقل کیا اب ''احوال'' کے حوالہ سے یہی خط کچھ عرصے بعد رسالہ (موقت) ''روضۃ المعارف'' نے اپنے پہلے سال کی جلد اول کے ۱۳ ویں نمبر میں ص ۲۸۹ تا ۲۹۵ پر نقل کیا، جس کا عنوان ہے ''عہدۃ محمدیۃ اخریٰ للملۃ النصرانیۃ'' (جسے ہم اس خط کی تنقید سے پہلے ذیل میں نقل کرتے ہیں)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم مندرجہ ذیل وثیقہ اور اس کے مشروط محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ملت نصرانیہ کے لیے ہیں، جن میں ان کے تارک دنیا درویش اور پادری بھی شامل ہیں۔ یہ وثیقہ مدینے میں اس (وثیقے) کے آخر میں لکھی ہوئی تاریخ کے روز لکھا گیا ہے، کاتب معاویہ بن ابوسفیان ہیں اور جس مجلس میں لکھا گیا اس میں کئی صحابی بطور گواہ کے بھی موجود ہیں جن کے نام آخر میں دیئے گئے ہیں۔ یہ وثیقہ محمد رسول اللہ نے لکھوایا جو تمام بنی آدم کے لیے خدا تعالیٰ کی عطا کردہ امانت کی

بدولت بشیر ونذیر ہیں۔ اس وثیقے سے یہ مقصد ہے کہ خداوند عالم کی طرف سے ایک ایسی دستاویز وجود میں آسکے، جو اطراف عالم میں مشرق ومغرب کے نصاریٰ کے لیے کارآمد ہو، عام اس سے کہ وہ نصرانی عرب نژاد ہوں، عجمی ہوں، عرب کے قرب وجوار کے باشندے ہوں یا دور دراز کے رہنے والے، تاریخ عالم مین ان کا وجود معروف ہو یا غیر معروف کسے باشد وہ خدا کی امانت ہیں۔ یہ وثیقہ ان کے لیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بے شمار مراعات کی سند ہے، جس میں ان (نصرانیوں) کے لیے عدل اور امن کی ذمہ داری ہے۔ مسلمانوں میں سے جس کسی نے اس وثیقے کی شرائط کی پابندی کی، وہ اسلام کا پابند اور اس کی تعلیم کا حامل ہوا اور جس مسلمان نے یہ شرائط نظر انداز کر دیئے یا ان کی مخالفت کی اور غیر مومن کے ساتھ ہو کر ان (نصاریٰ) کے خلاف ہم نوا ہو، ایسا شخص کسی درجہ کا مسلمان یا مومن سہی مگر وہ خدا کے عہد ومیثاق سے پھرنے والا ہے۔

از مؤلف: ان لفظوں کے بعد وہی مضمون ہے، جو وثیقہ نمبر ۹۷ میں ہے، ۳ گواہوں کے ناموں کے سوا (۱۔حمزہ، ۲۔عبداللہ بن عباس، ۳۔معاویہ) اور اس (میثاق) کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

کاتب: معاویہ بن ابی سفیان بالفاظ رسول اللہ بروز دوشنبہ ۴ھ مدینہ **علی صاحبھا افضل السلام و کفیٰ باللہ شھیدا علیٰ مافی ھذا الکتاب و الحمد للہ رب العالمین** (۶۱)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اس پر یہ تبصرہ کیا ہے:

۱۔اس وثیقے میں حمزہ کی گواہی مسطور ہے، چہ جائے کہ وہ سن تحریر یعنی ۴ھ سے ایک سال پہلے (۳ھ میں) احد میں شہید ہو گئے۔

۲۔اور معاویہ ۴ھ کی بجائے ۸ھ میں فتح مکہ کے روز اسلام لائے۔

۴۔تیسرے گواہ عبداللہ بن عباس ہیں جو اس تحریر کے سال سن ۴ھ میں عمر کے ساتویں سال میں تھے۔

جو وثیقے ہم نے بعض مخطوطات (قلمی) میں دیکھے ان میں سے کچھ وثیقے ہمارے کتب خانہ میں بھی ہیں ان کے آخر میں مرقوم ہے کہ یہ (سب) اس ایک خطی نسخہ سے نقل کیے گئے ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲ھ میں علی بن ابی طالب کو اپنے لفظوں میں املا کرائے اور اس وقت ان خطی نسخوں کے نقول مندرجہ ذیل کتب خانوں میں موجود ہیں۔

۱۔خزینۃ السلطان میں ۲۔طور سینا کے معبد یہود میں ۳۔جبل زیتون کے ایک رھبان کی ملک

میں! جن کا حرف اول یہ ہے یہ امان نامہ اور میثاق نصاریٰ اور ان کی بستیوں کے لیے ہے جس کے مطابق ہماری طرف سے ان کی حفاظت اور نگہداشت کی ضمانت ہے اس لیے کہ وہ (عیسیٰ علیہ السلام) کے بعد بنی آدم میں خدا کی امانت اور لوگوں پر حجت ہیں، جو حضرت عیسیٰ کی بعثت کے منکر ہوں، رسول اللہ نے اس وثیقہ کو خدائے عزیز وحکیم کے حکم سے ان کی حفاظت کے لیے نافذ فرمایا اور اپنے نائبین کو اس فرمان کی تعمیل کا پابند فرمادیا، یہ کہ ہر نصرانی کے ساتھ اس وثیقہ کے مطابق اچھا برتاؤ کیا جائے وہ دنیا کے کسی کونے، عرب، عجم، مشہور وگمنام جگہ اور بحر و بر میں کیوں نہ ہوں، میرے ہر ایک نائب اور والی پر اس وثیقہ سے تمسک لازم ہے اور ان میں سے جو شخص اس وثیقہ کی خلاف ورزی اس میں کمی یا زیادتی کرے، بہرصورت وہ عہد خداوندی کا ناقض اور اس کی امانت میں دخل انداز ہے اور ایسا مسلمان خدا کی لعنت کا مستوجب ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ امان نامہ قوم نصاریٰ اور اس کی بستیوں کے لیے ہے۔

۱۔ میری طرف سے ان کی امان اور عدم تعرض کی ضمانت ہے، اس لیے کہ وہ حضرت عیسیٰ کے بعد بنی آدم میں حضرت عیسیٰ کی یادگار اور خدا کی امانت ہیں تاکہ غیروں کے لیے حضرت عیسیٰ کی بعثت کے خلاف عذر نہ رہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ امان نامہ خدائے برتر و بالا کے فرمان کے مطابق اپنی بریت کے طور پر انہیں سپرد کیا اور اپنے بعد اپنے تمام نائبین کو مکلّف فرمایا کہ وہ ہر ایک نصرانی کے ساتھ اس تحریر کے مطابق بہتر برتاؤ کریں اور دنیا کے کونے کونے میں عرب وعجم، مشہور وگمنام، بحر و بر ہر جگہ اور ہر طبقہ کے سامنے جو میری نبوت کا قائل ہے، اس عہد نامہ پر تعمیل کا اعلان کردیں۔ اس عہد نامہ کا مخالف اور اس کی کسی دفعہ کا ناقض اور وہ شخص جو اس کے کسی جزو کو عملاً نظر انداز کردے، اس نے خدا کے عہد و میثاق کی خلاف ورزی کی اور اس کی امان میں داخل انداز ہوا ایسا مسلمان خدا کی لعنت کا مستوجب ہے!

از مؤلف: ماقبی الفاظ حذف کرنے کے بعد، جو اسی انداز میں ہیں ان میں سے بہت سے الفاظ و مطالب مکتوب نبوی نمبر ۹۷ کے مطابق ہیں مگر یہ کہ اس فرمان (ج) کے گواہوں میں ان گواہوں کے نام ہیں (۱) حمزہ (۲) عبداللہ بن عباس (۳) معاویہ۔

محرر: معاویہ بن ابوسفیان بہ الفاظ فرمودہ رسول اللہ، تاریخ: بروز دوشنبہ در خاتمہ ماہ چہارم از ۴ھ بہ مقام مدینہ علی صاحبہا افضل السلام و کفیٰ باسمہ شھیدا۔ یہ ہیں اس وثیقے کے بقیہ الفاظ مع اضافات از کتاب روضۃ المعارف باختلاف وترتیب مضمون، مگر ہمارے نزدیک متذکرۃ الصدر تین نسخوں کے سوا چوتھی شکل وہ ہے، جو نصاریٰ ہی کا فرقہ یعقوبیہ بیان کرتا ہے یہ کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

نے (مسیحی) جبریل مطران سریانی کو بشمول قبطی نصرانیوں کے ایک امان نامہ عطا فرمایا جس (امان نامہ) کے الفاظ اس کوئی نسخہ کے مطابق ہیں جو معاویہ کی طرف منسوب ہے اور اس فرقہ (سریانی) کی خانقاہ دیر الزعفران متصل ماردین (مقام) میں محفوظ ہے بالفاظ ذیل!

یہ امان نامہ ہے من جانب نبی اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم:) برائے فرقہ ہائے نصرانیاں ذیل ا۔قبطی ۲۔سریانی یعقوبیہ آبادکاران مصر ۳۔ وبرائے ہمہ نصرانیان روئے زمین یہ امان نامہ میری طرف سے ہے، تمام گردونواح سریانی اور قبط کی امان کے لیے خداوند عالم کی طرف سے ان کے ساتھ باندھے ہوئے میثاق اور رعایت کی صورت میں۔ وہ روئے زمین میں خدا کی امانت اور انجیل وزبور و تورات کے محافظ ہیں تاکہ اس کی وجہ سے ان پر خدا کی گرفت نہ ہو، یہ وثیقہ خدا ہی کے حکم کے مطابق ان (نصاریٰ) کے حق میں وصیت اور حفاظت کی غرض سے اس طرح لکھا گیا کہ رسول اللہ نے معاویہ سے فرمایا کہ ان کے لیے میری طرف سے امان نامہ تحریر کردو تاکہ مسلمان ان کے بارے میں مطلع ہو جائیں (علی ھذا القیاس) اور میرے نائبین وعمال ووزراء اور مسلمان بادشاہ وعلماء فقہاء میں سے جو شخص میری ہدایت پر عمل کرنا فرض سمجھے اسے میرے منشاء کا علم ہو جائے۔

از مؤلف۔ متذکرۃ الصدر الفاظ کے بعد یہ مضمون اپنے سے اوپر والے عہد ناموں کے مطابق ہے سوا بعض اضافات وزیادات کے رہا وہ امان نامہ جو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارمن کے ساتھ کیا تو اس کے الفاظ ومطالب فرقہ یعقوبیہ کے اس معاہدے کے مطابق ہیں جس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے (قدرے اختلاف کے ساتھ) اسی لیے اس معاہدے کی نقل ضروری نہیں۔ (۶۲)

۵۔ نبی اکرم ﷺ کے دوسرے عیسائی حکمرانوں کے نام خطوط

ہماری یہ بحث نامکمل رہے گی اگر ان خطوط کا ذکر نہ کیا جائے۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مختلف عیسائی حکمرانوں کو تحریر کئے گئے: ان خطوط کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ا۔ ہرقل بادشاہ روم کے نام تبلیغی خطوط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم از محمد عبداللہ ورسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بنام ہرقل ''عظیم روم'' سلامتی ہے متلاشی ہدایت کے لیے! بعد ازیں! میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اگر تم اسلام قبول کرلو تو تم سے کوئی تعرض نہ ہوگا اور عنداللہ بھی دوگنا اجر ہے۔ انکار کی صورت میں تم پر دہرا بار بھی ہے اپنے اور رعیت کے انکار کا

اَھْلَ الْکِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (۶۳) اے اہل کتاب! ہم ایک اصول پر متفق ہو جائیں کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ گردانیں کوئی ہم میں سے انسان کو خدا نہ مانے اگر وہ یہ اصول تسلیم نہ کریں تو ان سے کہہ دو کہ تم جانو اور تمہارا کام مگر گواہ رہنا کہ ہم تو مسلمان ہیں۔

اس سلسلے کا دوسرا خط حسب ذیل ہے۔

''از محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' بنام ''صاحب الروم'' میں تمہارے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرتا ہوں اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو مسلمانوں کے مفاد اور تکالیف دونوں کے حصہ دار ہوں گے اور انکار کی صورت میں جزیہ دینا ہوگا یہ خدا کا حکم ہے۔ قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَلَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ وَّھُمْ صَاغِرُوْنَ (۶۴) اہل کتاب میں سے جن لوگوں کا یہ حال ہے کہ نہ تو خدا پر (سچا) ایمان رکھتے ہیں نہ آخرت کے دن پر ان کا ایمان ہے نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کی کتاب میں) حرام ٹھہرادیا ہے اور نہ سچے دین پر عمل پیرا ہیں تو (مسلمانو!) ان سے بھی جنگ کرو یہاں تک کہ وہ اپنی خوشی سے جزیہ دینا قبول کریں اور حالت ایسی ہو جائے کہ ان کی سرکشی ٹوٹ جائے۔

قیصر روم کا جواب بحضور احمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جن کے ظہور کی بشارت عیسیٰؑ نے بھی دی! من جانب قیصر الروم جناب کا فرمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر کے توسل سے صادر ہوا میں آپ کے رسول ہونے کا اقرار کرتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی بشارت عیسیٰؑ بن مریم نے بھی انجیل میں دی۔ میں نے تمام اپنی رومی رعیت کو آپ پر ایمان لانے کی دعوت دی لیکن انہوں نے انکار کر دیا اگر وہ آپ پر ایمان لے آتے تو ان کے لیے کتنا اچھا ہوتا۔ اے صاحب کاش میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریاب ہو سکوں اور آپ کے قدموں کو دھوؤں (۶۵)

۳۔ حاکم مصر مقوقس کے نام نامۂ مبارک

اسی طرح کا ایک نامۂ مبارک حاکم مصر مقوقس کے نام بھی لکھا گیا، جس میں اسے اسلام لانے

کی دعوت دی گئی۔ آپ ﷺ کا خط دحیہ کلبیؓ لے کر گئے تھے، یہ حکمران بھی عیسائی مذہب رکھتا تھا، اس خط کی عبارت درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم از محمد بن عبداللہ و رسول اللہ ﷺ، بنام مقوقس عظیم القبط سلام علیٰ من اتبع الہدیٰ! میں تمہارے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرتا ہوں، تمہارے مسلمان ہو جانے پر تم سے کوئی تعرض نہ ہوگا اور عنداللہ تمہیں دوگونہ اجر ہوگا مگر در بصورت انکار اپنے ساتھ تم پر قبطیوں کے کفر کا بار بھی ہوگا۔ **یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمه سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا الله ولا نشرک به شیاء ولایتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون** (۶۵) (اے پیغمبر) ان سے کہو کہ اے اہل کتاب آؤ ایسی بات کی طرف رجوع کرو جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں مانی جاتی ہے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کے سوا ہم میں سے کوئی کسی کو (اپنا) مالک نہ سمجھے پھر اگر وہ ایسی سیدھی اور سچی بات ماننے سے بھی منہ موڑیں تو (مسلمانو) ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم اس بات کے گواہ رہو کہ ہم تو ایک ہی خدا کو مانتے ہیں! (محمد رسول اللہ) (۶۶)

جواب مقوقس بحضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ بخدمت محمد ﷺ بن اللہ۔ من جانب مقوقس سلام کے بعد عرض گزار ہوں کہ آپ کا خط پڑھا آپ کی تحریر اور دعوت دونوں کا مفہوم سمجھا، مجھے معلوم ہے کہ آنے والے نبیوں میں سے ایک نبی باقی ہے مگر میرے علم کے مطابق اس نبی کا ظہور شام سے ہونا چاہیے میں نے آپ کے سفیروں کی تعظیم کی اور ان کے ہاتھوں مندرجہ ذیل تحفے بھجوا رہا ہوں۔ الف: دو ایسی لڑکیاں! جن کی قبطیوں میں بے حد منزلت ہے۔ ب: پوشاک کے لیے ایک تھان۔ ج: سواری کے لیے ایک خچر۔ والسلام (۶۷)

۴۔ تبلیغی دعوت نامہ بنام مقوقس (دوسرا نسخہ)

من جانب محمدؐ رسول اللہ بنام صاحب مصر و سکندریہ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسالت سے سرفراز فرما کر مجھ پر قرآن نازل فرمایا ہے مجھے لوگوں کو جنت کی بشارت اور دوزخ سے ڈرانے کا حکم دیا ہے اور یہ حکم بھی فرمایا ہے کہ جب تک کفار اسلام قبول نہ کرلیں ان کے ساتھ مقاتلہ جاری رکھوں۔ میں تمہیں خدائے واحد پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں جس دعوت کے قبول کرنے پر تم سعادت سے بہرہ مند ہو گے اور انکار پر شقاوت سے دوچار۔ والسلام (۶۸)

ازطرف مقوقس بخدمت رسول اللہ بہ نسخہ دیگر باسمک اللھم من جانب مقوقس بخدمت محمدؐ۔ آپ کا مکتوب پہنچا اور اس کا مفہوم سمجھا، آپ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا، بلند مرتبہ بخشا اور آپ پر قرآن نازل فرمایا! اے محمدؐ! آپ کی بعثت کے متعلق ہم نے اپنی کتابوں میں تجسس کیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام بیان کرنے میں آپ سچے ہیں اگر میں اتنی بڑی سلطنت کا سربراہ نہ ہوتا تو اپنے علم کی بنا پر آپ کی صداقت پر ایمان لانے میں سبقت کرتا، بے شک آپ خاتم الانبیاء وسید المرسلین اور امام المتقین ہیں! والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تابہ یوم آخرت (۶۹)

مقوقس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نامہ مبارک کا بہت احترام کیا، وہ حضرت دحیہؓ کے ساتھ بھی ادب واحترام سے پیش آیا۔ واپسی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند تحائف بھی ارسال کیے۔ جن میں دو کنیزیں بھی شامل تھیں۔ ان میں سے ایک کنیز حضرت ماریہ قبطیہؓ (رک بآں) حرم نبوی میں داخل ہوئیں اور ام المومنین کا اعزاز پایا، حضرت ابراہیمؓ انہی کے بطن سے تھے۔ دوسری کنیز حضرت سیرینؓ آپؐ نے حسانؓ بن ثابت کو دے دیں، جو ان کے ایک صاحبزادے کی ماں بنیں، لیکن خود مقوقس نے اسلام قبول نہیں کیا۔

۵۔ حاکم دمشق حارث غسانی کے نام نامہ مبارک

اسی زمانے میں آپؐ نے ایک والا نامہ حاکم دمشق حارث بن شمر الغسانی کے نام بھی لکھا، یہ بھی عیسائی مذہب رکھتا تھا جسے شجاع رضی اللہ عنہ بن وہب اسدی اس کے پاس لے کر گئے۔ اس نامہ مبارک کے الفاظ یہ ہیں: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے حارث بن شمر کے نام، سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ میں تجھے اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ پر، جو یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، ایمان لے آ، تیری سلطنت باقی رہے گی''

حارث نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک سنا تو بہت خفا ہوا اور کہا وہ کون شخص ہے، جو میرا ملک مجھ سے چھین لے گا؟ میں خود ہی اس کی طرف جانے والا ہوں پھر اس نے فوج کو تیاری کا حکم دیا اور قیصر روم کے نام بھی اسی مضمون کا خط لکھا، مگر قیصر نے اسے جواب دیا کہ وہ اپنا ارادہ ملتوی کر دے، چنانچہ اس نے شجاعؓ کو بلایا اور ایک سو مثقال سونا آپؐ کی نذر کیا اور آپؐ کی خدمت میں سلام کہلا بھیجا، مگر

خود اسلام نہ لایا۔(۷۰)

۶۔ضغاطر الاسقف کے نام نامۂ مبارک

ان کے علاوہ آپؐ نے ایک گرامی نامہ ضغاطر الاسقف (غالبًا پاپائے روم) کے نام بھی لکھا، جس کا مقصد نامعلوم ہے۔اس کے جواب کا بھی علم نہیں ہوسکا۔اس کا مضمون درج ذیل ہے: الی ضغاطر الاسقف! سلام اس شخص پر جو مومن ہے بعدازیں! عیسیٰؑ بن مریم روح اللہ ہیں اور خداوند عالم کا وہ کلمہ ہیں جو خدا نے پاک نفس مریم میں القا فرمایا، میں ایمان لایا ہوں اللہ تعالیٰ پر **وما انزل الی ابراھیم و اسماعیل و اسحق و یعقوب و الاسباط و ما اوتی موسیٰ و عیسیٰ و ما اوتی النبیون من ربھم لانفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون** (۷۱) مسلمانو! تم کہو ہمارا طریقہ تو یہ ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں قرآن پر ایمان لائے ہیں جو ہم پر نازل ہوا ہے ان تمام تعلیموں پر ایمان لائے جو ابراہیمؑ کو اسماعیلؑ کو، اسحاقؑ کو، یعقوبؑ کو اور اولاد یعقوبؑ کو دی گئیں۔نیز ان کتابوں پر جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دی گئی تھیں اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ان تمام تعلیموں پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو دنیا کے تمام نبیوں کو ان کے پروردگار سے ملیں، ہم ان میں سے کسی ایک کو بھی دوسروں سے جدا نہیں کرتے (کہ اسے نہ مانیں باقی سب کو مانیں یا اسے مانیں مگر دوسروں سے منکر ہوجائیں خدا کی سچائی کہیں بھی ہو اور کسی پر بھی آئی ہو) ہم خدا کے فرماں بردار ہیں۔اور سلامتی کا مستحق وہ شخص ہے جو خدا کی طرف سے دی ہوئی ہدایت کو قبول کرے۔(۷۲)

تبلیغ نامہ بنام جبلہ بن ایہم الغسانی: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبلہ بن ایہم الغسانی کے نام بھی، ایک گرامی نامہ بھیجا۔اس نے جوابًا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا اظہار کیا، مگر بعد میں مرتد ہوگیا، حضرت عمرؓ کے زمانے میں دوبارہ مسلمان ہوا۔(۷۳)

۴۔عیسائی خاتون کے مسلمان ہوجانے پر، ان کی بطور زوجۂ مبارک قبولیت

عیسائی عوام اور عیسائی حکمرانوں کے ساتھ، ان روابط کے ساتھ ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائی خاندانوں کے ساتھ مراسم بڑھانے اور انہیں اسلام کے قریب تر لانے کے لیے، ایک عیسائی خاتون کے مسلمان ہوجانے پر، انہیں اپنے کاشانہ مبارک میں بطور بیوی (ام ولد) داخل فرمایا۔یہ

خوش قسمت خاتون حضرت ماریہ قبطیہ ہیں۔

ابتدائی حالات

نام حضرت ماریہؓ بنت شمعون القبطیہ ،مصر سے تعلق تھا،ان کی قوم قبط تھی ،جو مصر قدیم کی ایک حکمران قوم ہے۔آنحضور ﷺ نے ۶ھ میں مقوقس شاہ مصر کے نام ایک نامۂ مبارک لکھا۔جسے نامور صحابی حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ لے کر گئے۔مقوقس نے اسلام تو قبول نہ کیا،البتہ ۷ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حسب ذیل تحائف بھجوا کر، نیک خواہشات کا اظہار کیا (۱) دو خادمائیں (حضرت ماریہؓ،حضرت سیرینؓ) ایک خادم اوران کا بھائی (خصی) مابور (۲) ہزار مثقال سونا (۳) بیس نرم کپڑے (۴) ایک خچر (الدلدل) اور (۵) عفیر یا یعفور نامی گدھا۔آں حضور ﷺ نے یہ تحائف قبول فرمالیے۔

راستے میں حضرت حاطبؓ نے ماریہ قبطیہؓ اوران کی ہمشیرہ (سیرین) کے سامنے اسلام پیش کیا تو وہ اوران کی ہمشیرہ دونوں مسلمان ہوگئیں۔البتہ ان کا بھائی مابور اپنے قدیمی دین پر قائم رہا اور وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ایمان لایا۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیرینؓ کو حضرت حسانؓ بن ثابت کو دے دیا۔جو ان کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن حسانؓ کی والدہ بنیں۔جبکہ حضرت ماریہؓ قبطیہ کو اپنے گھر میں اتارا اور اپنی رفیقۂ حیات ہونے کا شرف بخشا۔

حضرت ماریہؓ کی سکونت

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا میں حضرت ماریہؓ کو حضرت حارثہؓ بن النعمان کے گھر میں رکھا، جو مسجد نبوی کے قریب تھا، یہاں آپ ﷺ اکثر وقت ان کے پاس گزارتے تھے، بعد ازاں آپ نے انہیں عالیہ قبا (رک بآں) میں منتقل کر دیا، یہ مقام حضرت ماریہؓ کی مناسبت سے سریہ ''ام ابراہیم'' کہلاتا تھا، بعد میں یہ مقام ''مشربہ ام ابراہیم'' کہلانے لگا۔حضرت ماریہؓ نے اس جگہ کافی عرصہ قیام فرمایا۔کتب سیرت میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری ازواج مطہرات کی طرح ان کے گھر پر بھی پردہ (حجاب) لگا دیا تھا اور آپ گاہے بگاہے ان سے ملنے کے لیے وہاں تشریف لے جاتے تھے۔حضرت ماریہ قبطیہ کا خصوصی شرف و امتیاز یہ ہے کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیمؑ کی والدہ بنیں، جو حضرت خدیجہؓ کے بعد آپ ﷺ کی پہلی اور آخری اولاد تھے۔ان کی ولادت ذوالحجہ ۸ھ میں ہوئی۔آنحضور ﷺ کو اس خبر سے اتنی خوشی ہوئی کہ آپ نے خبر لانے والے حضرت ابورافعؓ کو ایک غلام

مرحمت فرمایا۔ آپ ﷺ نے نومولود کا نام اپنے جد امجد حضرت ابراہیمؑ کے نام پر ابراہیم رکھا۔ حضرت ابراہیم بچپن ہی میں، بقول البلاذری اٹھارہ ماہ اور بقول ابن کثیر بیس ماہ زندہ رہنے کے بعد انتقال کر گئے۔ اس وقت ان کے جسم سے پنگھوڑا ابھر جاتا تھا۔ حضرت فضل بن عباسؓ یا ام بردہؓ نے انہیں غسل دیا اور چھوٹی سی چارپائی پر ان کا جنازہ اٹھایا گیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لخت جگر کی وفات سے بڑا صدمہ ہوا۔ دفن کے وقت آپ ﷺ اور حضرت عباسؓ قبر کے کنارے تشریف فرما رہے اور ان کا جسد خاکی حضرت فضلؓ بن عباس اور اسامہؓ بن زید نے قبر میں اتارا۔ آپ ﷺ کے حکم سے قبر کے سرہانے ایک پتھر رکھا گیا اور قبر پر پانی چھڑکا گیا۔ حضرت ابراہیمؑ کی وفات کے وقت حضرت ماریہؓ اور حضرت سیرین دونوں بہنیں بچے کے سرہانے موجود تھیں، اس وقت جب وہ فرط غم سے رونے لگیں تو انہیں رونے سے منع کیا گیا، البتہ حضرت ابراہیمؑ کے انتقال کے بعد جب وہ فرط صدمہ سے رونے لگیں، تو انہیں روک دیا جاتا اور صبر کی تلقین کی جاتی۔ (۷۳)

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ دونوں حضرت ماریہؓ کی بہت تعظیم و تکریم کرتے رہے۔ انہوں نے ان کے لیے وظیفہ بھی مقرر کر دیا تھا۔ جو ان کی وفات تک انہیں ملتا رہا۔ حضرت ماریہؓ نے محرم ۱۶ھ/۶۳۷ء (غالباً جوانی ہی) میں عہد فاروقی میں وفات پائی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع کے قبرستان میں انہیں دفن کیا۔ یاقوت حموی بیان کے مطابق حضرت ماریہؓ قبطیہ صعید مصر کے علاقہ میں واقع گاؤں حفن کی رہنے والی تھیں اور حضرت حسن بن علیؓ کی سفارش پر حضرت امیر معاویہؓ نے اہل حفن کو خراج اراضی معاف کر دیا تھا۔ (۷۴)

حوالہ جات وحواشی

۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، تحقیق مصطفیٰ السقا، ابراہیم الابیاری، عبد الحفیظ شبلی، مطبوعہ المکتبہ العلمیہ، بیروت لبنان، ۱/ ۲۲۳-۲۲۴۔

۲۔ ایضاً، ۱/ ۲۲۵۔

۳۔ ابن ہشام، ۱/ ۲۲۳..... عربی زبان میں مادہ صاً صاً کا استعمال کتے کے بچے کے لیے ہوتا ہے جب وہ شروع میں کئی دنوں تک آنکھ نہیں کھولتا..... تو اس پر صاً صاً کا لفظ استعمال ہوتا ہے، اس بدبخت نے یہی الفاظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس صحابہ کے لیے استعمال کیے..... اس کا انتقال وہیں حالت کفر میں ہوا۔

۴۔ ایضاً ۱/ ۲۳۴۔

۵۔ ایضاً ۱/۲۲۳۔
۶۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ۱/۲۲۔(حدیث ۳) مع فتح الباری مطبوعہ، دارالمعرفۃ بیروت، لبنان، بدون تاریخ۔
۷۔ فتح الباری، ۱/ ۲۵، مطبوعہ بیروت۔
۸۔ ابن ہشام، السیرۃ، ۱/۲۴۴..... بیروت۔
۹۔ مجمع الزوائد، ۶، ۲۹؛ الذھبی، سیر اعلام، ۱/ ۴۳۷۔
۱۰۔ مسند احمد بن حنبل مطبوعہ حیدر آباد دکن، ۱/ ۱،۲؛ ۵/۲۹۰؛ ابن ہشام: السیرۃ ۱/۳۳۴، ۳۳۵۔
۱۱۔ الذھبی سیر اعلام النبلاء، ۱/ ۴۳۸، ۴۳۹۔
۱۲۔ مسند احمد، ۵/ ۲۹۔
۱۳۔ ابن حجر العسقلانی، الاصابہ، ۱/ ۱۰۹۔
۱۴۔ احمد بن حنبل، مسند احمد، ۱/ ۱،۲، ۵ : ۲۹۰؛ ابن ہشام، ۱/ ۳۳۴، ۳۳۸۔
۱۵۔ الذھبی، سیر اعلام، ۱: ۴۳۷۔
۱۶۔ ایضاً
۱۷۔ ابن ہشام، السیرۃ، ۴/ ۴۶۵۔
۱۸۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ : الوثائق السیاسیہ اردو ترجمہ، مولانا ابو یحیٰ، امام خان نوشہری، ص ۴۶ عدد (۲۱)، مطبوعہ مجلس ترقی ادب، لاہور، بار اول ۱۹۶۰ء۔
۱۹۔ ایضاً، عدد ۲۲۔
۲۰۔ آل عمران (۳/ ۵۷)
۲۱۔ الوثائق السیاسیہ، عدد ۲۲، ص ۵۷۔ اردو ترجمہ۔
۲۲۔ ایضاً، عدد ۲۳..... صفحہ ۴۹۔ ۵۰، ۲۴۔
۲۳۔ الوثائق السیاسیہ، عدد ۲۲، ص ۵۷، اردو ترجمہ
۲۴۔ ابن ہشام، السیرۃ، ۴/ ۶۴۵۔
۲۵۔ ایضاً، البخاری، کتاب الجنائز۔
۲۶۔ ایضاً، عدد ۲۵۔
۲۷۔ ابن ہشام، السیرۃ، ۲/ ۵۷۴۔
۲۸۔ ایضاً، ۲/ ۵۷۴/ ۵۷۵۔
۲۹۔ معجم البلدان، بذیل مادہ نجران۔
۳۰۔ ابن ہشام، ۲/ ۵۷۶۔ ۵۷۸۔
۳۱۔ آل عمران، ۳/ ۸۴۔
۳۲۔ النساء، ۴/ ۱۷۱۔
۳۳۔ آل عمران، ۳/ ۵۹۔
۳۴۔ آل عمران، ۳/ ۳۳۔ ۳۴۔
۳۵۔ البخاری، کتاب الانبیاء۔
۳۶۔ آل عمران (۳/ ۴۲)۔
۳۷۔ التحریم (۶۶/ ۱۲)۔
۳۸۔ دیکھیے سورۂ مریم، عدد تلاوت۔
۳۹۔ الترمذی، کتاب المناقب۔
۴۰۔ آل عمران، ۳/ ۵۰۔
۴۱۔ المائدہ (۵/ ۴۶)۔
۴۲۔ الحدید (۵۷/ ۲۷)
۴۳۔ آل عمران، ۳/ ۶۱۔
۴۴۔ الوثائق السیاسیہ، ص ۹۷۔ ۹۸۔ عدد ۹۴۔
۴۵۔ الوثائق السیاسیہ، ص ۹۹۔ عدد ۹۵۔
۴۶۔ المائدہ (۵/ ۸۲)
۴۷۔ البقرہ (۲/ ۷۹)
۴۸۔ الوثائق السیاسیہ، ص ۱۰۵۔ ۱۰۸۔
۴۹۔ النساء (۴/ ۱۶۳)
۵۰۔ الوثائق، ص ۱۰۸۔ ۱۱۴۔

۵۱۔ ایضاً، ص۱۱۴۔۱۱۵، عدد ۹۸۔
۵۲۔ ایضاً، ص۱۱۵۔۱۱۶، عدد ۹۹۔
۵۳۔ احمد بن حنبل، مسند،
۵۴۔ ایضاً، ص۱۱۶۔۱۱۷، عدد ۱۰۰۔ ۱۵۵اس واقعہ کا نجران یمن سے تعلق تصحیف ہے، دراصل نجران یمن کے نصاریٰ جلاوطنی کے بعد کوفہ سے باہر جا کر آباد ہو گئے، اور اپنے وطن کی یاد میں اپنی بستی کا نام نجرانیہ رکھ لیا: (بلاذری درباب صلح نجران): اس لیے آئندہ نجران سے مراد دراصل یہی بستی ہے، جس کا نام نجرانیہ تھا اور جہاں نجران کے ہی عیسائی زیادہ تر آباد تھے۔
۵۶۔ ایضاً، ص۱۲۱۔۱۲۲، عدد ۱۰۳۔
۵۷۔ ایضاً، ص۱۲۲۔۱۲۳، عدد ۱۰۴۔
۵۸۔ البقرہ، ۲/۲۵۷۔
۵۹۔ العنکبوت (۲۹/۴۵)
۶۰۔ الوثائق، ص۱۱۸۔۱۲۱، عدد ۱۰۲۔
۶۱۔ ایضاً، ص۳۲۶۔۳۳۹۔
۶۲۔ ایضاً، ۳۳۹۔۳۴۳۔
۶۳۔ البخاری، کتاب بدؤ الوحی، حدیث ۵۔
۶۴۔ التوبہ (۹/۲۹)۔
۶۵۔ آل عمران (۳/۵۰)۔
۶۶۔ الوثائق، عدد ۲۷، ص۵۱۔۵۲۔
۶۷۔ الوثائق، عدد ۲۸، ص۵۲۔۵۳۔
۶۸۔ آل عمران (۳/۷۵)۔
۶۹۔ الوثائق، ص۷۱۔۷۲، عدد ۴۹۔
۷۰۔ ایضاً، ص۷۲۔۷۳، عدد ۵۰۔
۷۱۔ البقرہ (۲/۱۲۶)۔
۷۲۔ الوثائق، ص۷۳۔۷۴۔ عدد ۵۱۔
۷۳۔ الوثائق، ص۶۴، عدد ۳۸، ۳۹۔
۷۴۔ سیرت خیر الانام، پنجاب یونیورسٹی،

پروفیسر سید محمد سلیمؒ کے مضامین سیرت کا مجموعہ

اذکار سیرت

ترتیب
سید عزیز الرحمٰن

صفحات: ۲۴۰ قیمت: ۱۴۰

درس سیرت

سید عزیز الرحمٰن

صفحات: ۲۸۰ قیمت: ۱۷۰

عن قریب شائع ہو رہی ہے

رابطے کے لئے: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز۔ اے۔۴/۱۷۔ ناظم آباد نمبر ۴۔ کراچی